"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

ماہنامہ

خالد

ربوہ

اس شمارے میں

جون 1990

ایڈیٹر

مبشر احمد ایاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

ماہنامہ

خالد
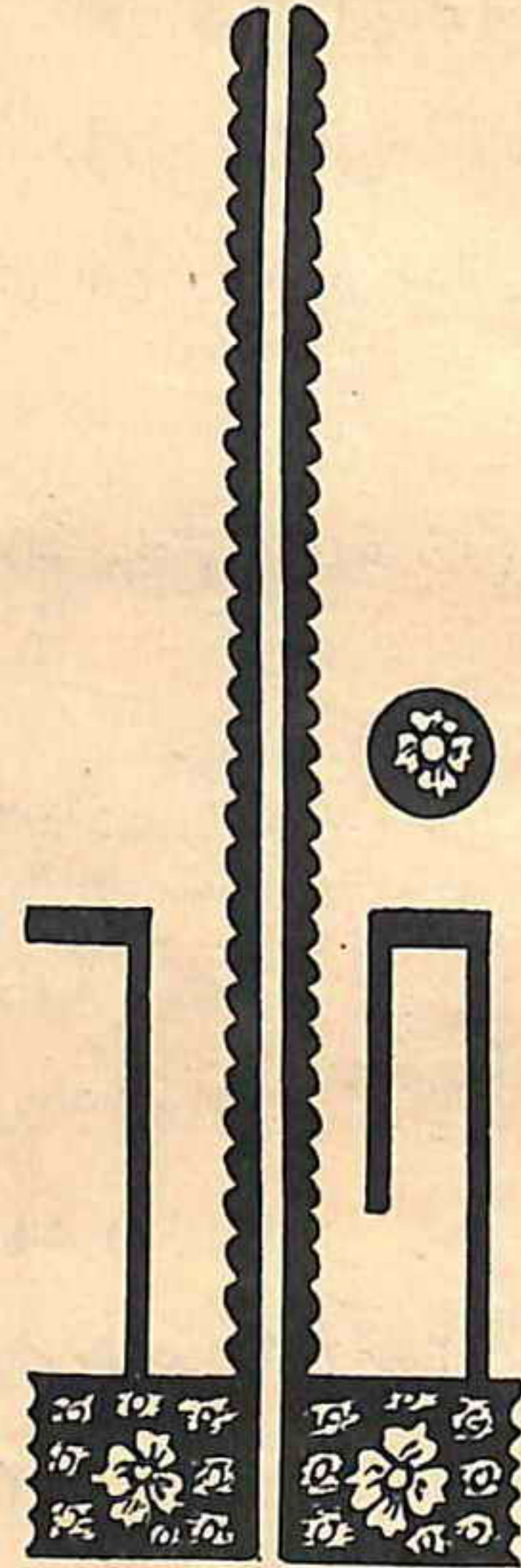
ربوہ

جون 1990ء

ایڈیٹر --- مبشر احمد ایاز

جلد 37 ۔ قیمت ۔ سالانہ تیس روپے ، فی پرچہ تین روپے ۔ شمارہ 8

پبلشر، مبارک احمد خالد ۔ پرنٹر، قاضی منیر احمد ۔ مطبع، ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقام اشاعت ۔ دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ ۔

اداریہ

مبارک ہو

ادارہ "خالد" ان تمام طلبہ کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے میٹرک کے امتحان میں پاس ہوئے ہیں ----- اور جو کامیاب نہیں ہو سکے! کوئی بات نہیں ۔ مایوس نہ ہوں ۔ اس دفعہ اور زیادہ محنت کریں اور پہلے سے زیادہ دعائیں بھی ۔ انشاء اللہ آپ ضرور کامیاب ہوں گے ۔

کامیاب ہونے والے طلبہ اور خصوصاً وہ جو اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھنا چاہتے ہیں ، مندرجہ ذیل باتوں کی طرف ضرور توجہ دیں ۔

۱ ۔ کالجوں وغیرہ میں داخلہ سے پہلے کا وقت ہرگز ضائع نہ کریں ۔ اپنی سہولت کے مطابق کوئی نہ کوئی ہنر سیکھیں ۔

۲ ۔ آئندہ جو مضامین اختیار کرنا چاہتے ہیں انکے بارہ میں اپنے والدین اور اساتذہ سے مشورہ کریں ۔ پیارے آقا کی خدمت میں بھی دعا اور راہنمائی کے لئے درخواست کریں ۔

۳ ۔ جن مضامین کا انتخاب کریں ان کا پوری سنجیدگی کے ساتھ ابھی سے مطالعہ شروع کر دیں تاکہ بعد میں کوئی مشکل پیش نہ آئے ۔ روزانہ کچھ نہ کچھ غیر نصابی مطالعہ کی بھی عادت ڈالیں ۔

۴ ۔ پنج وقتہ نماز باجماعت اور دیگر روزمرہ کے معمولات میں باقاعدگی کی عادت کو پختہ کریں ۔

۵ ۔ صبح کی سیر ، ورزش اور کسی نہ کسی کھیل میں حصہ لینے کی طرف ضرور توجہ دیں تاکہ جسمانی طور پر چاک و چوبند ہو سکیں ۔

۶ ۔ اگر آپ دین کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں تو جامعہ احمدیہ میں داخلہ لے کر اس سنہری موقع و سعادت سے محروم نہ ہوں ۔

والسلام

[illegible]

کلام الامام ــــ امام الکلام

اس شمارہ میں ہم حضرت بانی سلسلہ کے مقدس اشعار کا انتخاب مختلف موضوعات کے حوالہ سے پیش کرنے کا سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔
اس شمارہ میں عجزو انکسار کے عنوان سے چند اشعار پیش ہیں۔ (مدیر)

"عجزو انکسار"

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو

تقویٰ کی جڑھ خدا کے لئے خاکساری ہے
عفت جو شرطِ دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے

چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیِ مولےٰ اسی میں ہے

وہی اس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کی

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو
نفسِ دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامان دمار

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں
خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں

جو برباد ہونا کرے اختیار
خدا کے لئے ہے وہی بختیار

شوخی و کبر دیوِ لعیں کا شعار ہے
آدم کی نسل وہ ہے جو وہ خاکسار ہے

کبھی نہ بھولیں

ذرا رکئے!! اور پہلے اسے غور سے پڑھ لیں!!!

حضرت مسیح موعود ------- فرماتے ہیں۔

"میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔

● ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس کے بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دے دے۔

● ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ وحشمت کا تصور کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ وحشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی۔ اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔

● ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ بھی متکبر ہے اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اس کو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں۔ کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سست ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتا ہے۔

سو تم اے عزیزو! ان تمام باتوں کو یاد رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔"

(نزول المسیح صفحہ 24۔25)

شجاعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(مقالہ نگار:۔ مکرم راجہ منیر احمد صاحب)

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ یعنی اے نبی تو خلق عظیم پر قائم ہے۔ گویا اخلاق سے متعلق جتنے اخلاق حسنہ متصور ہو سکتے ہیں ان تمام اخلاق کی جلوہ گری میں تو تمام بنی نوع انسان میں یکتا ہے کیونکہ عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عربی کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے کہ جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔

اخلاق فاضلہ میں سے ایک خلق شجاعت کے نام سے موسوم ہے شجاعت قوت غضبیہ کے اس کمال کو کہتے ہیں جو انقیاد عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں شجاعت کا وصف دیگر تمام اوصاف کی طرح پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ شجاعت کا وصف انسانیت کا اعلیٰ جوہر اور اخلاق کا سنگ بنیاد ہے۔ عزم و استقلال، حق گوئی، راست گفتاری اور زندہ دلی یہ تمام باتیں شجاعت ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سینکڑوں مصائب و خطرات اور بیسیوں معرکے اور غزوات پیش آئے لیکن کبھی پامردی اور ثبات قدم نے لغزش نہیں کھائی۔

فی الحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری حیات طیبہ کے مختلف ادوار میں گذرنے والے مختلف حالات کا جس پامردی اور شجاعت سے مقابلہ کیا وہ ہر انسان کے لئے خواہ وہ عمر کے کسی دور سے گزر رہا ہو ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں شجاعت کا وصف بعثت سے قبل بھی عروج پر تھا اور بعثت کے بعد تو اسے ایسی رفعت نصیب ہوئی کہ جس سے بڑھ کر رفعت کا ملنا کسی انسان کے لئے ممکن نہیں۔

آغاز میں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت سے متعلق چند ایسے واقعات کا ذکر کرتا ہوں جن کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کی زندگی سے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم 12 سال کی عمر میں حضرت ابو طالب کے ساتھ جب شام کے سفر پر گئے تو شام کے جنوب میں "بصری" کے مقام پر عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہاں ایک عیسائی راہب تھا۔ جس کا نام بحیرا تھا۔ جس نے الٰہی نوشتوں کی رو سے یہ اندازہ کرلیا کہ اس قافلہ میں وہ نبی موجود ہے جو عنقریب مبعوث ہوگا۔

اس راہب نے کھانا پکا کر اہل قافلہ کی دعوت کی۔ سب قافلہ والے دعوت کھانے چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے اس کم عمری میں بلا خوف و خطر اپنے اسباب کے پاس رہ گئے۔ اس راہب کی درخواست پر آپ کے چچا نے آپ کو بلوالیا۔ کھانے کے بعد بحیرا نے حضور سے عرض کیا کہ میں آپ کو لات و عزیٰ کی قسم دے کر ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حضور نے جب لات و عزیٰ کا نام سنا تو بڑی دلیری سے فرمایا کہ مجھے لات و عزیٰ کی قسم مت دو۔ ان سے زیادہ دشمنی کی چیز میرے لئے اور کوئی نہیں۔ ہاں مجھے خدائے واحد یگانہ کی قسم دے کر جو دریافت کرنا چاہتے ہو کرو۔ ایسی کم سنی میں اس شجاعت کے ساتھ اس راہب کے سامنے بتوں سے نفرت کا اظہار ابتدا ہی سے آپ کی غیر معمولی جرأت کی عکاسی کرتا ہے۔

اسی طرح حلف الفضول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شمولیت بھی آپ کی غیر معمولی جرأت و شجاعت کی آئینہ دار ہے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت عطا ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گویا ہر خلق ہی آفتاب کی طرح کائنات میں چمکنے لگا۔ خصوصاً آپ نے اب ساری دنیا کو اخلاق حسنہ اور دین حق کا سبق دینا تھا۔ تمام دنیا کے مقابل سچے اصول کی اشاعت کے لئے کھڑا ہونا اور ایک ایسے ملک میں جہاں خونریزی اور سفاکی کی حکومت تھی ہر ایک کی مذہبی ضلالت کا اعلان کرنا

کسریٰ و قیصر اور حبشہ کے حکمرانوں اور عرب کے جنگجو قبائل کے غیض و غضب کی پرواہ نہ کرنا شجاعت کا وہ بہترین نمونہ دکھاتا ہے جس کی نظیر تاریخ میں تلاش کرنا سعی لاحاصل ہے۔ نبوت کے پہلے تین سال تو پوشیدہ طور پر تبلیغ میں بامر الٰہی گذر گئے۔

ان کے بعد جب اعلانیہ تبلیغ کا آغاز ہوا تو سرداران قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے پاس آئے۔ خوف اور لالچ کے ذریعہ آپ کو تبلیغ سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر نبیوں کے سردار اور شجاعت کے پیکر نے ان کے لالچ اور خوف کی پرواہ کئے بغیر اپنا کام جاری رکھا اور کہا کہ اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج بھی لا کر رکھ دیا جائے میں تب بھی احکام الٰہی پہنچانے سے نہیں رکوں گا۔

یہ تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شجاعت کا نمونہ تھا جو آپ نے ساری قوم کے مقابلے پر دکھائی۔ آئیے اب آپ کی شجاعت کے بعض ایسے نمونے ملاحظہ کریں جو لوگوں کے مقابلے میں انفرادی لحاظ سے ظہور پذیر ہوئے۔

قبل از قبول اسلام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار حمائل کیئے ہوئے دربار نبوی میں پہنچتے ہیں۔ صحابہ گھبرائے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ عمر بن خطاب ہے! اور تلوار حمائل کئے ہوئے ہے۔ اشجع الناس میرے آقا و مولا فرماتے ہیں اسے آنے دو۔ جیسے ہی حضرت عمر اندر داخل ہوتے ہیں رسول خدا خود ان کی جانب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ الگ ایک حجرے میں ان سے بلا خوف و خطر اور بغیر کسی ہتھیار یا پہرے دار کے ملاقات فرماتے ہیں۔ اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر کی کمر پر بندھے ہوئے کپڑے کو پکڑ کر خوب کھینچ کر فرماتے ہیں مَاجَاءَ بِکَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَوَاللّٰہِ مَا اَرٰی اَنْ تَنْتَھِیَ حَتّٰی یُنْزِلَ اللّٰہُ بِکَ قَارِعَۃً۔ یعنی اے ابن خطاب تجھے کونسی چیز لائی۔ واللہ میں نہیں سمجھتا کہ تو باز آئے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کوئی آفت تجھ پر نازل فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی یہ کلمات ادا ہی کئے تھے کہ اہل عرب میں بہادری اور قوت میں معروف عمر، دنیا کے سب سے زیادہ بہادر شخص کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے تھا۔

آئیے اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت اور جوانمردی کے ایک ایسے واقعہ کو ملاحظہ کریں جس کا بالعموم ذکر سننے میں نہیں آتا۔ رکانہ قریش میں سے قوی ترین شخص تھا۔ وہ ایک روز مکہ کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہا ملا۔ آپ نے اس سے فرمایا، اے رکانہ! کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا اور جس طرف میں تجھے بلاتا ہوں اسے قبول نہیں کرتا؟ رکانہ نے جواب دیا کہ اگر میں جان لیتا کہ جو بات تم کہتے ہو وہ سچی ہے تو ضرور تمہاری پیروی کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اس کی حالت کے لحاظ سے اظہار شجاعت و جوانمردی کو مناسب خیال فرماتے ہوئے رکانہ سے فرمایا کہ یہ تو بتا کہ اگر میں تجھے کشتی میں بچھاڑ دوں تو کیا تجھے یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے؟ رکانہ نے کہا ہاں میں مان جاؤنگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آؤ میدان میں ہم کشتی کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پکڑا اور اسے اس طرح زمین پر چت کردیا کہ وہ بالکل بے بس تھا۔ اس نے کہا کہ اے محمد! دوبارہ کشتی لڑو۔ آپ نے اسے دوبارہ بچھاڑ دیا۔ رکانہ نے کہا اے محمد! یہ تو عجیب بات ہے کہ تم مجھے شکست دیتے ہو۔

مکہ سے ہجرت کے وقت اس شجاعت اور حکمت اور توکل علی اللہ کے ساتھ گھر سے نکلتے ہیں کہ دشمن یہ تصور بھی نہیں کرسکتا کہ ان کے سامنے سے گذرنے والا شخص وہی ہے جس کی زندگی کے خاتمے کے لئے وہ مستعد کھڑے ہیں۔

سفر ہجرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت اور توکل علی اللہ کے کئی نمونے ملتے ہیں۔ آپ حضرت ابوبکر کے ساتھ غار ثور میں ہیں۔ روایت آتی ہے کہ قریش غار کے اس قدر قریب پہنچ جاتے ہیں کہ ان کے پاؤں غار کے اندر سے نظر آتے ہیں اور ان کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر گھبرا کر مگر آہستہ سے آپ سے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ قریش اتنے قریب ہیں کہ ان کے پاؤں نظر آرہے ہیں اور وہ اگر ذرا آگے ہو کر جھانکیں تو ہم کو دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن آپ نے کمال جرأت سے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ یعنی ہرگز کوئی فکر نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور

فرمایا مَاظَنُّکَ یَا اَبَا بَکْرٍ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُھُمَا۔ یعنی اے ابو بکر! تم ان دو شخصوں کے متعلق کیا گمان کرتے ہو جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْھَرَمِ یعنی اے میرے اللہ میں عاجز آجانے سے اور بزدلی اور سستی اور بڑھاپے کی نکمی عمر سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو جہاد کا حکم دیتے تو خود بھی تیار ہو جاتے اور سب سے زیادہ قوی اور بہادر ثابت ہوتے تھے اور وہ شخص بڑا بہادر سمجھا جاتا تھا جو آپ کے قریب ہوتا کیونکہ آپ دشمن کے قریب ہوتے تھے۔ (مسلم عن براء)۔ حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کسی لشکر کے مقابلے میں آتے تو سب سے پہلے وار کرنے والے آپ ہوتے تھے۔

جب میدان احد میں بظاہر مسلمان عارضی شکست سے دو چار ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض شدید زخم پہنچے۔ مگر ابو سفیان کے باواز بلند اس استفسار پر کہ کیا محمد (صلعم) ابو بکر، عمر زندہ ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو خاموش رہنے کا ارشاد فرمایا مگر جب آپ کے کانوں میں یہ آواز پڑی کہ اُعْلُ ھُبَل، اُعْلُ ھُبَل کہ ھبل کی شان بلند ہو۔ ھبل کی شان بلند ہو۔ تو آپ کی شجاعت اور جذبہ توحید نے جوش مارا اور آپ نے بڑے جلال سے فرمایا کہ تم کیوں جواب نہیں دیتے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا کہو اَللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ، اَللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ ایسے موقع پر کہ جب دشمن دوبارہ حملہ کر کے آپ کو اور باقی ماندہ لشکر کو شدید قسم کا جانی نقصان پہنچا سکتا ہے آپ نے توحید کا پرچم بلند رکھنے کے لئے ہر قربانی دینے کی ٹھان لی۔

اور پھر غزوہ احد کے بعد جب دوبارہ کفار کے واپس لوٹ کر مدینہ پر حملہ ہونے کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنی شجاعت کا ایک نئے رنگ میں اظہار فرمایا۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ اب کفار کے مقابلے کے لئے صرف وہی صحابہؓ میرے ساتھ نکلیں گے جو احد میں میرے ساتھ شامل تھے ان کے علاوہ کسی کو اجازت نہ ہوگی۔

کیسی دلیری اور جوانمردی ہے کہ خود زخمی ہیں، جاں نثار صحابہؓ زخمی ہیں اس کے باوجود دشمن سے نہ کوئی خوف ہے اور نہ گھبراہٹ۔ شجاعت اور توکل علی اللہ کا کیا خوب اظہار ہے۔

جنگ احد ہی کے موقع پر آپ کی شجاعت کا ایک اور واقعہ بھی تاریخ کی زینت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخموں سے چور جب میدان احد سے واپس پلٹ رہے تھے تو راستے میں مکہ کے ایک رئیس ابی بن خلف کی نظر آپ پر پڑی۔ بغض و عداوت میں اندھا ہو کر یہ الفاظ پکارتا ہوا آپ کی طرف بھاگا کہ لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَا۔ یعنی اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بچ کر نکل گیا تو گویا میں تو نہ بچا۔ صحابہؓ نے اسے روکنا چاہا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور میرے قریب آنے دو۔ جب وہ آپ پر حملہ کرنے کے خیال سے آپ کے قریب پہنچا تو آپؐ نے ایک نیزہ لے کر اس پر ایک وار کیا جس سے وہ چکر کھا کر زمین پر گرا اور پھر اٹھ کر چیختا چلاتا ہوا واپس بھاگ گیا۔ گو بظاہر زخم زیادہ نہیں تھا مگر مکہ پہنچنے سے پہلے پہلے وہ ہلاک ہو گیا۔

حضرت علی مرتضیٰؓ کے نام اور آپ کے بلند کارناموں سے کون ناواقف ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں اِنَّا کُنَّا اِذَا حَمِیَ الْبَاْسُ وَاحْمَرَّتِ الْحَدَقُ اِتَّقَیْنَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَا یَکُوْنُ اَحَدٌ اَقْرَبَ اِلَی الْعَدُوِّ مِنْہُ یعنی جب گھمسان کا رن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا اس وقت ہم رسول کریمؐ کی اوٹ لیا کرتے تھے۔ اور ہم میں سے سب سے آگے دشمن کی جانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے تھے۔

جنگ حنین میں دشمنوں نے پہاڑ کے درہ میں بیٹھ کر تیروں کا ایسا مینہ برسایا کہ مسلمانوں کی 12 ہزار فوج کا منہ موڑ دیا۔ کسی نے اس واقعہ کے متعلق براء بن عازب سے پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ تو براء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر بھی نہ بھاگے۔ میں نے دیکھا کہ حضور اپنے سفید خچر پر سوار ہیں۔ ابو سفیان بن حارث نے لگام پکڑ رکھی ہے اور حضورؐ فرما رہے ہیں۔

انا النبیّ لاکذب

انا ابن عبد المطلب

ان روایات پر غور فرمائیں خچر پر سوار ہونا ہی شجاعت و ثبات کی

دلیل ہے۔ بھاگنے والا تو تیز گام گھوڑے کو پسند کرتا ہے۔ پھر سفید خچر کا انتخاب بھی مردانگی کی دلیل ہے ورنہ لڑائی میں ایسے رنگ کا جانور پسند کیا جاتا ہے جو ذرا سی گردوغبار میں چھپ جائے فوج کی خاکی وردی کا مدعا بھی یہی ہے۔

12000 فوج کے بھاگ جانے پر میدان میں کھڑا رہنا بھی اشجع الناس ہی کا حصہ ہے اور پھر ایسے وقت میں بول بول کر اپنی شناخت دشمن کو کرانا، اپنی صداقت کا اعلان کرنا جو حملہ آوروں کے کینہ وعداوت کا موجب تھا روشن چمکتے سورج ہی کا خاصہ ہے۔

اسی واقعہ کے متعلق حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خچر کو ایڑ لگا کر دشمن کی جانب بڑھنے لگے۔ میں نے لگام اور ابوسفیان نے رکاب پکڑلی اور اس ارادہ سے کہ حضورؐ کو آگے بڑھنے سے روک دیں۔ صحیح مسلم میں اسی واقعہ کے متعلق یہ الفاظ ہیں کہ نَزَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ بَغْلَتِہٖ۔ کہ نبی کریمؐ اپنے خچر سے اتر پڑے۔

یہ شجاعت کی انتہا ہے کہ جس دشمن کے سامنے سے 12000 فوج بھاگ رہی ہے حضور اکرم اس کے مقابلے کے لئے اپنی سواری آگے کو لئے جارہے ہیں اور جب آپ کے رشتہ دار صحابہؓ نے سواری کو روک لیا تو حضور پیادہ ہو کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود۔۔۔۔۔۔۔ فرماتے ہیں۔

"جب ہم انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی" (سراج منیر صفحہ 76)

لوٹ آؤ کہ تری دید کا پیاسا ہوں بہت

تیری فرقت کے مناظر کو کہاں تک دیکھوں
اشک ہی اشک نظر آتے ہیں جہاں تک دیکھوں

دیکھ کر تجھ کو اگر حد گماں تک دیکھوں
نور ہی نور دکھائی دے جہاں تک دیکھوں

سوزنِ صبر سے سی لوں اے بخیہ
اپنے اس چاک گریباں کو کہاں تک دیکھوں

کیا عجب ہے کہ اچانک تو نظر آجائے
راستے کی میں ترے گرد نہاں تک دیکھوں

تیرے دیدار کی شب اتنی تو لمبی ہوجائے
کہ میں سپنے میں تجھے عمرِ رواں تک دیکھوں

لوٹ آؤ کہ تری دید کا پیاسا ہوں بہت
اپنی کٹیا کے کھلے در کو کہاں تک دیکھوں

کبر کے بت کو کچھ اس طرح سے توڑوں طاہر
پھر کبھی اس کا نہ میں نام و نشاں تک دیکھوں

(محمد طاہر ندیم، ربوہ)

مجلس سوال و جواب

ان سوالات کے جوابات علماء کرام کے ایک بورڈ نے دیئے ہیں۔ آپ بھی اگر کوئی سوال پوچھنا چاہیں تو ہمیں لکھیں۔

سوال نمبر 1۔ کتاب البریہ صفحہ 16 پر لکھا ہے کہ "۔۔۔ خدا اپنی ازلی ابدی عادتوں کو کبھی نہیں چھوڑتا۔۔۔" تو کیا مسیح کا بن باپ پیدا ہونا اس کی ازلی ابدی عادت کے خلاف نہ ہوا؟ (میر نسیم الرشید۔ راہوالی)

● جواب پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں خدا کی "ازلی ابدی عادت" کا علم کیسے ہو؟ اس کے دو طریق ہیں ایک یہ کہ خدا خود بتادے یا قانون قدرت (LAW OF NATURE) سے پتہ چلے۔ مؤخرالذکر قانون سے ثابت ہے کہ:

(1) عام اصول کے مطابق سلسلہ پیدائش نر اور مادہ کے اختلاط سے جاری ہے اور خاص اصول کے تحت نر و مادہ کے اختلاط کے بغیر بھی پیدائش کا سلسلہ ممکن ہے۔ اس لحاظ سے مسیح کی پیدائش ان کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ مسیح سے پہلے اور مسیح کے بعد بھی بغیر باپ کے پیدائش کی مسلّمہ تاریخی مثالیں موجود ہیں۔

(ملاحظہ ہو: تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعود جلد پنجم صفحہ ۱۴۰ و ۱۷۵)

علم طب سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ عورت کے اندر نطفہ کے نر جرثومے خلقت و جبلت میں موجود ہوسکتے ہیں جو کسی بھی جوش یا محرک کے نتیجہ میں باہم اختلاط پکڑ کر پیدائش کا موجب ہوسکتے ہیں

(2) نیز کتاب البریہ کے حوالہ سے وہ استدلال نہیں ہوسکتا جو کیا گیا ہے کیونکہ سیاق و سباق کے لحاظ سے وہاں تو مسیح کی پیدائش زیر بحث ہے ہی نہیں بلکہ زیر بحث تو یہ عقیدہ ہے کہ گناہ کرے کوئی، اور بھرے کوئی اور۔ کفارے کا رد حضور فرمارہے ہیں کہ خدا کی ہمیشہ سے یہ عادت ہے کہ جو گناہ کرتا ہے سزا اگر ملیگی تو اسی کو "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" اور خدا کی ازلی ابدی عادت سے یہ مراد ہے۔

سوال نمبر 2۔ جماعت کا عقیدہ ہے کہ خلافت قیامت تک ہے۔ اور ساتھ ہم کہتے ہیں کہ نبی آسکتے ہیں تو خلافت کے دوران پھر نبی کیسے آئیگا؟ (میر نسیم الرشید۔ راہوالی)

● جواب یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ "نبی آسکتا ہے" امکان کا اظہار ہے اور یہ کہ "نبی آئیگا" پیشگوئی اور علم غیب کا اظہار ہے جو کسی عام انسان کا حق نہیں۔ امکان نبوت قرآن سے ثابت ہے۔ اب یہ کہ ضرور آئے گا یا نہیں یہ خدا کے علم میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک موعود امتی نبی (امام مہدی، مسیح موعود) کے آنے کی خبر دی تھی (بخاری و مسلم کتاب الفتن) سو وہ آچکا اور الحمدللہ کہ ہم نے اسے مان لیا۔

دوسرے خلافت کا انعام آیت استخلاف (سورۃ النور) کی روشنی میں عمل صالح کرنے والوں کو عطا ہوتا ہے۔

جب تک یہ سلسلہ جاری ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ اکثریت عمل صالح پر قائم ہے۔ اور نبوت کے بارہ میں اصول یہ ہے کہ اکثریت گمراہ ہوجائے تو نبی برپا ہوتا ہے۔ "وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ" (الصّٰفّٰت)۔

ہاں اگر نبوت سے مراد الہام الٰہی ہے تو یہ مرتبہ "امام وقت" کو حاصل ہوتا ہی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی خلیفہ برحق کو مامور من اللہ بنا کر امتی نبوت کا مقام عطا ہو مگر یہ خدا کے کام ہیں۔ جن میں انسانوں کو دخل نہیں۔

سوال نمبر 3۔ کیا زمین کے علاوہ دوسرے سیاروں پر بھی انسانی زندگی موجود ہے۔ قرآن کی رو سے بتائیں؟ کیا وہ لوگ کسی وقت زمینی لوگوں سے مل جائیں گے اور وہاں پر نظام شریعت کیا ہوگا۔؟ (عبدالستار۔ عنایت پور بھٹیاں)

● جواب۔ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرے سیاروں پر بھی انسانی زندگی کے آثار موجود ہیں جیسے فرمایا "یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الحشر، 25)
یعنی آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اس کی تسبیح کر رہا ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔
"اس آیت میں اشارہ فرمایا کہ آسمانی اجرام میں آبادی ہے ----"
(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 61 روحانی خزائن جلد نمبر 10 صفحہ 375)۔
دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۔ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ۔
(الشوری: 30)
اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان جانداروں کی قسم سے اس نے پھیلایا ہے اس کے نشانوں میں سے ہے اور جب وہ چاہے گا ان سب کو جمع کرنے پر قادر ہوگا۔
پس اس سے ثابت ہوا کہ ایک وقت آئیگا کہ وہ تمام لوگ بھی مل جائیں گے۔
باقی یہ کہ وہاں شریعت ہوگی کہ نہیں، کیسی شریعت ہوگی اور کیسے لوگ ہوں گے۔ اس کے بارے میں یہ واضح رہے کہ قرآن کریم "النّاس" یعنی تمام "لوگوں" کے لئے شریعت ہے۔ جیسا کہ فرمایا!
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ (سبا: 29)
اور ہم نے تجھ کو تمام بنی نوع انسان کی طرف (جن میں سے ایک بھی تیرے حلقہ رسالت سے باہر نہ رہے ایسا) رسول بنا کر بھیجا ہے جو (مومنوں کو) خوشخبری دیتا اور (کافروں کو) ہوشیار کرتا ہے۔
پھر فرمایا!
وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔ (انعام: 20)
اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں اس کے ذریعہ سے (آنیوالے عذاب سے) ہوشیار کردوں اور ان (سب) کو بھی جن تک یہ پہنچے۔
پس جہاں بھی "النّاس" "لوگ" موجود ہیں تو ان کے لئے تو یہ قرآن شریف ہی شریعت ہے۔

سوال نمبر 4۔ بقر عید پر تین دن تک قربانی کرنے میں کیا حکمت ہے۔ (منصور احمد جاوید۔ اٹک)

جواب (1)۔ اللہ تعالیٰ نے بعض احکامات کی حکمتیں نہیں بتلائیں غور و فکر سے ان کو سوچا جا سکتا ہے۔ بقر عید پر تین دن قربانی کرنے کی کئی حکمتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً اول سہولت ہے۔ دین تو آسانی اور سہولت کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے۔ چونکہ لاکھوں حاجی حج کے موقع پر ایک ہی دن میں قربانی نہیں کر سکتے تھے لھذا ان کی سہولت کے لئے تین دن رکھ دیئے۔
(2)۔ تین دن تک عید منانے اور قربانی کرنے میں شان اور عظمت کا بھی اظہار ہو سکتا ہے کہ تین دن تک سنت ابراہیمی کی یاد تازہ کی جائے۔

سوال نمبر 5۔ مکرم منصور احمد صاحب پشاور سے پوچھتے ہیں کہ سورۃ لقمان کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ ان چیزوں کا ذکر کرتا ہے جن کا علم صرف اسی کے پاس ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ رحموں میں جو کچھ ہے وہ صرف خدا جانتا ہے۔ ان کا سوال ہے کہ آجکل تو الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ ڈاکٹر قبل از پیدائش بتا دیتے ہیں کہ بیٹا ہوگا یا بیٹی؟

جواب۔ سورۃ لقمان کی آیت نمبر 35 کا ہرگز یہ مفہوم نہیں کہ ان امور کا علم اور کسی کو ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تو خود فرماتا ہے کہ "وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ" کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم میں سے جسے جتنا چاہے عطا فرما دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ایک حد تک ان اشیاء کا علم انسانوں کو ہو جانا خلاف قرآن نہیں۔
(2) دوسرے علم الہی اور مادی مشینی علوم میں قطعیت اور حتمیت کا فرق نمایاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم قطعی اور یقینی ہے جبکہ مادی علوم ظنی ہیں۔ الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ بھی ہمیشہ حتمی علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ خاص وقت میں محدود علم حاصل ہوتا ہے۔
(3) تیسرے "يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ" میں صرف نر اور مادہ کا علم ہی مراد نہیں ہے بلکہ پیدا ہونے والوں کے بارہ میں جملہ تفاصیل بھی

خدا کے علم میں ہیں۔ مثلاً عمر، صحت، قسمت، شقاوت و سعادت کا صرف خدا کو ہی علم ہے۔ مشینی آلات یہ علم غیب نہیں بتا سکتے۔

سوال نمبر 6۔ جب انسان کو خود بنایا اور نیکی بدی کی قوتیں بھی رکھیں ہیں تو پھر انسان کو سزا دینے کا کیا جواز ہے؟ (اسد عمران۔ بہاولپور)

● جواب۔ اس کے لئے دو باتیں مد نظر رکھنی چاہئیں۔ پہلی بات خدا کا نیکی بدی کی قوتیں رکھنا اور دوسرے سزا کا تصور۔ جہاں تک نیکی اور بدی کی قوتوں کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ
نَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا (الشمس: 8:9)

یعنی ہم شہادت کے طور پر نفس انسانی کی پیدائش اور تہذیب کو پیش کرتے ہیں جسے ہم نے نیکی و بدی میں تمیز کرنے کی قوتیں عطا کی ہیں۔

پھر فرمایا کہ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ
(البلد: 9 تا 11)

کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں نہیں پیدا کیں؟ اور زبان بھی اور ہونٹ بھی (پیدا نہیں کئے) پھر ہم نے اسے (ہدایت اور گمراہی کے) دونوں راستے بھی بتا دیئے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے نیکی و بدی میں تمیز دے کر انسان پر جبر نہیں کیا۔ اس کو اختیار دے دیا کہ چاہے تو نیکی کا راستہ اختیار کرے یا بدی کا۔

دوسرا پہلو سزا کا تصور ہے۔ اللہ تعالیٰ جب سزا دیتا ہے تو اس کی سزا دراصل اس کی رحمت کی ہی ایک شکل ہے جو فرمایا کہ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اور یہی وجہ ہے کہ ہر سورۃ کے آغاز میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے ساتھ رحمت کا ذکر کر دیا۔ اس کی سزا کی مثال ایسے ہے جیسے کہ ایک ڈاکٹر نشتر چلاتا ہے تاکہ اس کو تکلیف دہ بیماری سے نجات ملے اور وہ صحت مند زندگی گزار سکے۔ خدا کا عذاب یا سزا اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی روح یا نفس میں بیماری ہوتی ہے تو خدا سزا کا نشتر چلا کر اس کو کامل شفا دینا چاہتا ہے تاکہ وہ "صحت مند" زندگی گزار سکے تبھی فرمایا کہ مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (النساء: 148)

کہ خدا کا عذاب تو "شکر" کی حالت پیدا کرنے کے لئے آتا ہے اور اس کا شکر خدا کا مقرب بنا دیتا ہے۔

سورۃ القلم (18 تا 34) میں اللہ تعالیٰ نے بطور مثال بعض لوگوں کی ایک معصیت اور سزا کا ذکر فرمایا ہے۔ جس کے نتیجہ میں انہیں رجوع الی اللہ کی توفیق ملی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کذالک العذاب" (القلم: 34)

عذاب کا بھی مقصد اصلاح ہوا کرتا ہے۔ اور ساتھ فرما دیا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ (قلم: 34)۔ اس سے اشارہ مل گیا کہ قیامت کے دن جو "عذاب" ہوگا اس کا مقصد کیا ہے؟

واللہ اعلم بالصواب

ہر گلی کوچے میں اجلاس شبینہ ہوگا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی یاد میں

اب اسی دھن میں بھرے شہر کو جینا ہوگا
تجھ سے ملنے کا بھی کوئی تو قرینہ ہوگا

اشک در اشک تجھے ڈھونڈنے نکلیں گے لوگ
وصل کے شہر میں فرقت کا مہینہ ہوگا

ہجر کی رات ہے رو رو کے گزاریں گے اسے
ہر گلی کوچے میں اجلاس شبینہ ہوگا

تجھ سے ملنے کی فقط اس کو اجازت ہوگی
جس کے اندر نہ انا ہوگی نہ کینہ ہوگا

جس کی پلکوں پہ سجے ہوں گے وفا کے موتی
جس کے سینے میں محبت کا خزینہ ہوگا

آنے والے کے گلے لگ کے بلکنے والے
جانے والے نے ترا چین تو چھینا ہوگا

خاکِ ربوہ اسے سینے سے لگا کے رکھنا
آبگینوں سے بھی نازک یہ دفینہ ہوگا

شربتِ وصل میں شامل ہے جو زہرِ فرقت
ہے اگر عشق تو یہ زہر بھی پینا ہوگا

یوں چڑھا ہے جو نئے عہد کا سورج بن کر
خاتمِ یار کا یہ چوتھا نگینہ ہوگا

اس کے دربار میں جاؤں گا خطائیں لے کر
میرے ہمراہ ندامت کا پسینہ ہوگا

کشتیٔ نوح میں بیٹھے تو ہو لیکن مضطرؔ
شرط یہ ہے یہیں مرنا یہیں جینا ہوگا

(پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب)

قسط دوم

مبارک وہ جواب ایمان لایا

(مکرم عبدالسمیع خان صاحب)

مسابقت فی الخیر

قادیان میں ایک نابینا حافظ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے پرانے رفقاء میں تھے ۔ ایک روز ایک حکیم صاحب کے پاس گئے اور یہ شکایت کی کہ میرے کانوں میں شائیں شائیں کی آواز سنائی دیتی ہے اور سنائی بھی کم دیتا ہے کوئی علاج بتائیں۔ حکیم صاحب نے بتایا کہ آپ کے کانوں میں خشکی ہے ۔ دودھ پیا کریں ۔ اس پر انہوں نے کہا کہ روٹی تو مجھے حضور کے لنگر سے مل جاتی ہے دودھ کہاں سے پیوں ۔ اسی دوران حضرت مولوی شیر علی صاحب وہاں سے گزرے اور انہوں نے یہ ساری گفتگو سن لی اور خاموشی سے چلے گئے ۔ اسی روز رات کے وقت ایک شخص حافظ صاحب کے پاس آیا اور قریباً ڈیڑھ سیر دودھ دے کر چلا گیا اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا وہ شخص خاموشی سے آتا اور دودھ دے کر چلا جاتا ۔ حضرت حافظ صاحب نے یہ قصہ شیخ عبدالعزیز کو سنایا۔

شیخ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ دیکھوں کہ یہ کون شخص ہے جو مسلسل ڈیڑھ سال سے دودھ لے کر آتا ہے اور کبھی ناغہ بھی نہیں کرتا اور نہ ہی رقم کا مطالبہ کرتا ہے ۔ چنانچہ اس خیال کے تحت میں ایک روز اس شخص کے آنے سے پہلے ہی حافظ صاحب کے دروازے کے آس پاس گھومنے لگا ۔ اتنے میں ایک شخص ہاتھ میں برتن لئے ان کے گھر کے اندر چلا گیا ۔ چونکہ سردیوں کے دن تھے ۔ اس لئے حافظ صاحب اندر چارپائی پر بیٹھے تھے ۔ اس شخص نے حسب معمول دودھ دیا ۔ میں اسے دیکھنے کے لئے جب اندر داخل ہوا تو وہ میرے پاؤں کی آہٹ سن کر کمرہ کے اندر ایک کونے میں جا کھڑا ہوا ۔ اندر اندھیرا تھا اس لئے میں پہچان نہ سکا ۔ غور سے دیکھا تو ایک شخص دیوار سے لگا دکھائی دیا ۔ میں نے پاس جا کر پوچھا بھائی تم کون ہو؟ مجھے دھیمی سی آواز آئی "شیر علی" یہ سنتے ہی میرے پاؤں تلے سے جیسے زمین نکل گئی ۔ میں سخت شرمندہ ہوا کہ جس کام کو حضرت مولوی صاحب راز میں رکھنا چاہتے تھے میں نے اسے افشاء کر دیا ۔ مجھے دیر تک آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی ۔ (سیرت شیر علی)

سندھ کا ذکر ہے کلمہ طیبہ پڑھنے کے جرم میں سو سے زائد نوجوان تو راہ مولا میں دکھ اٹھاتے ہوئے جیل گئے اور باقی باہر تڑپ رہے تھے کہ کاش ہماری باری آئے اور چونکہ جماعتی انتظام کے ماتحت رضا کارانہ طور پر نام مانگے گئے تھے ۔ اس لئے پہلے جیل میں جانے کے لئے ایک دوسرے سے مقابلے شروع ہوئے اور لڑائیاں شروع ہوئیں کہ پہلے کس کا نمبر آنا چاہئے اور بڑی مشکل سے سب کو راضی کرنا پڑا (خطبہ جمعہ 14 جون 85ء)۔

1923ء میں ہندوؤں نے شدھی کی تحریک شروع کی تو اس کے خلاف احمدیہ جماعت کی کوششوں میں بچے بھی بڑوں سے پیچھے نہیں رہے ۔ 5 سالہ بچے بھی ملکانہ کے علاقوں میں جانے کے لئے تیار ہوگئے ۔ ایک بارہ سالہ بچے نے اپنے والد کو لکھا کہ دین حق کی خدمت کرنا بڑوں کا ہی نہیں ہمارا بھی فرض ہے ۔ اس لئے جب آپ دعوت الی اللہ کے لئے جائیں تو مجھے بھی لے چلیں اور اگر آپ نہ جائیں تو مجھے ضرور بھیج دیں ۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 336)

حیرت انگیز تبدیلی :۔

حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی بیعت کر کے اپنے شہر سیالکوٹ واپس گئے تو یکدم لوگوں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنی سابقہ لغو عادات یعنی تاش کھیلنا اور بازار میں بیٹھ کر گپیں ہانکنا سب چھوڑ دیا ہے اور نماز تہجد باقاعدہ شروع کردی ۔ ان کے حالات میں اس قدر غیر معمولی تغیر دیکھ کر سب بہت حیران ہوئے ۔ ("رفقائے احمد" جلد اول صفحہ 200)

شوق شہادت :-

احمدیت کی تاریخ میں اس وقت سوے زیادہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے راہ مولا میں جان دینے کی سعادت پائی اور اپنی تمناؤں کو پورا کرلیا اور کتنے ہی ہیں جو منتظر رہتے ہیں کہ کب خدا ان کی خواہش پوری کرتا ہے۔

حضرت مولوی نعمت اللہ صاحب کو کابل میں 1924ء میں شہید کیا گیا۔ شہادت سے پہلے انہوں نے قید خانہ سے ایک احمدی دوست کو خط لکھا اور اس میں فرمایا "میں ہر وقت قید خانہ میں خدا سے یہ دعا کرتا ہوں کہ الہی اس نالائق بندہ کو دین کی خدمت میں کامیاب کر۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھے قید خانہ سے رہائی بخشے بلکہ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ الہی اس نالائق کے وجود کا ذرہ ذرہ احمدیت پر قربان کردے۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر 5)

ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب کو اللہ تعالی کی راہ میں شہید کردیا گیا۔ تو انہوں نے حضرت امام جماعت احمدیہ رابع کی خدمت میں لکھا کہ میرا بھائی اللہ کی راہ میں شہید ہوا ہے مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اس کے نتیجہ میں ڈرے نہیں۔ کمزور نہیں پڑے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے دل میں شہادت کا جذبہ پہلے سے کئی گنا بڑھ گیا ہے۔ انہوں نے میرا ایک بھائی شہید کیا ہے مگر میں قسم کھاکے کہتا ہوں کہ میری ساری اولاد بھی اس راہ میں شہید ہوتی چلی جائے تو مجھے اس کا دکھ نہیں ہوگا۔ خدا نے ان کی یہ آرزو سن لی اور انہیں بھی جلد ہی شہادت کا رتبہ عطا فرمایا۔ اور یہ خط حضور کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے وہ شہید ہوچکے تھے۔ (الفضل 4 دسمبر 89ء صفہ نمبر 5)

ایک کیس میں بعض احمدیوں کو موت کی سزا سنائی گئی تو انہیں یوں معلوم ہوا جیسے ان کے سینوں میں ایک غیر معمولی تسکین بھر دی گئی ہے اور انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ خدا نے انہیں اس قربانی کی توفیق دی ہے۔ (خطبہ جمعہ 14، مارچ 1986ء)

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے کیا سچ فرمایا تھا "جماعت احمدیہ ہر قربانی کے لئے تیار تھی اور ہے اور رہیگی اور اللہ کے فضل کے ساتھ خدا کی راہ میں جان دیتے ہوئے احمدی فزتُ بربّ الکعبۃ کا نعرہ لگائیں گے۔ (خطبہ جمعہ 18، مئی 1985ء)

وہ عورتیں جن سے جان کی قربانی کا مطالبہ نہیں کیا گیا وہ اپنے بچوں اور خاوندوں کو دین کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رہتی ہیں

1947ء میں قادیان کی حفاظت کے لئے ایک احمدی خاتون نے اپنے بیٹے کو بھیجا اور جاتے ہوئے یہ وصیت کی "بیٹا دیکھنا پیٹھ نہ دکھانا" سعادت مند بیٹے نے ماں کے فرمان کی لاج رکھ لی اور شہادت سے چند لمحے پہلے اپنی ماں کے نام یہ پیغام دیا "میری ماں سے کہہ دینا کہ تمہارے بیٹے نے تمہاری وصیت پوری کردی ہے اور لڑتے ہوئے مارا گیا ہے۔ (الفضل 11، اکتوبر 47ء)

ایک احمدی خاتون کے گھر پر دشمن نے حملہ کا منصوبہ بنایا۔ جس دن حملے کا خطرہ تھا اس صبح اس نے اپنے بچوں کو بہترین کپڑے پہنائے۔ سویاں پکائیں۔ بچوں کو خوب سجا بنا کر اور خوب اچھی طرح خوراک دے کر کہا بچو اب حملہ ہونے والا ہے۔ تم میرے چار جوان بچے ہو تم میں سے اگر ایک بھی پیٹھ دکھا کر واپس آیا تو میں اس کو کبھی اپنا دودھ نہیں بخشوں گی۔ جس طرح میں نے تمہاری عید بنائی تم بھی میری عید بنانا۔ خدا کی راہ میں ہنستے مسکراتے اور اپنی چھاتیوں پر وار کھاتے ہوئے جان دینا۔ (الفضل، 8 مئی 83ء

ایک شادی شدہ لڑکی نے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں لکھا "اے ہمارے امام ہم اپنے خاوندوں کو احمدیت پر قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میں نے اپنے میاں کو بتادیا ہے کہ میں نے تمہارے لئے شہادت کی دعا کی ہے"۔ اس کے خاوند نے کہا کہ خدا تمہاری زبان مبارک کرے۔ (خطبہ جمعہ 20، جون 1985ء)

مصائب و شدائد کی برداشت :-

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ دعوی کے بعد ایک دفعہ دہلی تشریف لے گئے وہاں سے آپ نے کپور تھلہ کے تین دوستوں حضرت منشی ظفر احمد صاحب، حضرت منشی اروڑا صاحب، اور حضرت محمد خان صاحب کو خط لکھا کہ یہاں کے لوگ اینٹ پتھر بہت پھینکتے ہیں اور اعلانیہ گالیاں دیتے ہیں۔ میں بعض دوستوں کو اس ثواب میں شامل کرنا چاہتا ہوں اس لئے تینوں صاحب فوراً آجائیں۔ یہ تینوں بزرگ اس وقت کچہری میں تھے۔ وہاں سے گھر گئے بغیر سیدھے

دہلی جانے کے لئے روانہ ہوگئے - حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ وہاں پہنچ کر ہمیں پتہ چلا کہ لوگ حضور کی رہائش گاہ پر روزانہ صبح و شام گالی گلوچ کرتے تھے اور ہجوم اینٹ پتھر پھینکتا تھا - (رفقائے احمد جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 122)

1923ء میں کارزار شدھی گرم کیا گیا تو احمدی "مربیان" کا یہ حال تھا کہ وہ تیز چلچلاتی دھوپ میں کئی کئی میل روزانہ پیدل سفر کرتے - بعض اوقات کھانا تو الگ رہا پانی بھی نہیں ملتا تھا - اکثر اوقات کچا پکا باسی کھانا کھاتے یا بھنے ہوئے چنے کھالیتے اور پانی پی کر گزارہ کرتے - بعض اوقات ستو رکھے ہوئے ہوتے تھے - اور انہیں پر گزارہ کرتے - صوفی عبداللہ صاحب سولہ میل روزانہ کی اوسط سے چالیس دیہاتوں کے مابین پیدل سفر کرتے رہے - (تاریخ احمدیت جلد نمبر 8)

حضرت مولانا نذیر احمد صاحب علی پر دعوت الی اللہ کے دوران ایسا وقت بھی آیا کہ انہیں جنگل کے پتے کھا کر گزارہ کرنا پڑا -

(الفضل 23 جنوری 84ء)

احمدیت کی خاطر قطع تعلقی :-

حضرت عبدالرحیم صاحب شرما ہندو مذہب سے احمدی ہوئے تو ان کی والدہ ان کو دیکھ کر روتی رہی اور اس قدر روتی کہ گھگھی بندھ جاتی اور دور دور تک اس کے رونے کی آواز سنائی دیتی -

(رفقائے احمد جلد نمبر 10 صفحہ 61، 64)

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی کی والدہ کا بھی یہی حال تھا وہ ایک بار قادیان میں اس طرح روتی ہوئی آئیں کہ احمدیہ بازار میں شور مچ گیا - مگر ماں کی محبت ان کے پائے ثبات میں کوئی لغزش پیدا نہ کر سکی - (رفقائے احمد جلد نمبر 9 صفحہ 80)

گیمبیا کے ایک عیسائی نوجوان نے احمدیت قبول کی تو ماں نے اس کی شدید مخالفت شروع کر دی - پہلے تو وہ برداشت کرتا رہا مگر جب اس کی ماں نے قرآن کریم کی توہین شروع کی تو گھر چھوڑ کر نکل گیا اور دوبارہ اس گھر میں نہیں گیا - (ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ستمبر 87 صفحہ 6)

حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب رفیق کا رشتہ احمدیت قبول کرنے سے پہلے ایک جگہ طے ہو چکا تھا مگر جب احمدی ہوئے تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمارا تعلق آپ سے تب رہ سکتا ہے کہ احمدیت سے توبہ کریں - انہوں نے کہا "یہ تو آپ کی ایک لڑکی کی بات ہے اگر ایسا سو رشتہ بھی ہو تو میں احمدیت پر قربان کر دونگا" - ("رفقائے احمد جلد نمبر 10 صفحہ 19)

ایک احمدی کراچی میں ملازم تھا - اس کی ماں بیوی اور بچہ گاؤں میں رہتے تھے - جب جماعت کے خلاف شدید ہنگامے ہوئے تو اس نے اپنی ماں اور بیوی بچوں کو مخالفوں کے شر سے بچانے کے لئے احمدیت سے پھرنے کا ارادہ کیا - جب یہ خبر اس کی ماں اور بیوی کو ملی تو انہوں نے مل کر اس کو خط لکھا اور کہا کہ اگر تم نے یہ اعلان کیا کہ میں احمدی نہیں ہوں تو ہمارا تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہے گا - بیوی بھی اور کرلینا اور ماں بھی کسی اور کو بنالینا - خبردار جو ہمارے گھر میں قدم رکھا - (خطبہ جمعہ فرمودہ 16 نومبر 1984ء)

حضرت میر ناصر نواب صاحب کا ایک عزیز محمد سعید نامی احمدیت سے انحراف کر کے قادیان سے چلا گیا - مگر میر صاحب نے کبھی اس کی طرف التفات نہ کیا اور اگر کوئی شخص اس کا ذکر کرتا تو آپ سخت ناپسند فرماتے - فرماتے میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں میں اس کا نام بھی سننا نہیں چاہتا -

(حیات ناصر صفحہ 24)

عبدالرحیم اشرف جماعت احمدیہ کے اس عظیم کردار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں -

"ہزاروں اشخاص ایسے ہیں جنہوں نے اس نئے مذہب کی خاطر اپنی برادریوں سے علیحدگی اختیار کی - دنیاوی نقصانات برداشت کئے اور جان و مال کی قربانیاں پیش کیں ------- ہم کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ قادیانی عوام میں ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اخلاص کے ساتھ اسے حقیقت سمجھ کر اس کے لئے مال و جان اور دنیاوی وسائل و علائق کی قربانی پیش کرتی ہے - یہی وہ لوگ ہیں جن کے بعض افراد نے کابل میں سزائے موت کو لبیک کہا - بیرون ملک دور دراز علاقوں میں غربت و افلاس کی زندگی اختیار کی" - (ہفت روزہ المنبر لائلپور 2 مارچ 52ء صفحہ 10)

خدام خالد کی اشاعت بڑھا کر ادارہ سے تعاون کریں (مینجر)

یورپ کے بشیر احمد صاحب آرچرڈ 1944ء میں احمدیت میں داخل ہوئے ۔ قادیان میں کچھ عرصہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد
زندگی وقف کر کے خدام دین کے زمرہ میں داخل ہوگئے ۔ احمدیت قبول کرتے ہی ان کی زندگی میں ہمہ گیر انقلاب واقع ہوا ۔ عبادات الہی اور دعاؤں میں بے انتہاء شغف پیدا ہوگیا ۔ ان کے قادیان کے پہلے دورہ کا سب سے پہلا ثمرہ ترک شراب نوشی تھا ۔ انہوں نے جوئے اور شراب نوشی سے توبہ کرلی اور جوئے سے ہمیشہ کے لئے کنارہ کرلیا ۔ (الفضل 10 جنوری 78ء ۔ عظیم زندگی صفحہ 8، 9)

لندن کے طاہر ایشون پٹیل بھی ہندوؤں سے احمدیت میں آئے تھے ۔ احمدی ہوتے ہی انہوں نے شراب پینی چھوڑدی ۔ سگرٹ نوشی ترک کردی اور باقاعدگی کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کردی ۔ (الفضل یکم اپریل 1989ء)

اس حیرت انگیز کایا پلٹ کو احمدی اپنا بہت بڑا سرمایہ سمجھتے ہیں اور اس کو خدا کی حمد کرتے ہوئے فخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں مکرم مولانا بشیر احمد صاحب قمر بیان کرتے ہیں کہ خاکسار جماعت احمدیہ غانا کے افراد کے ساتھ ایک عید کی نماز کے بعد پیراماؤنٹ چیف سے ملنے گیا ۔ وہ اپنے سب چیفوں اور سرکردہ افراد کے ساتھ ہمارے انتظار میں تھے ۔ جب ہم اندر داخل ہوئے تو احمدی دوستوں نے چیف اور ان کے ساتھیوں کے سامنے بڑے جوش سے اس طرح گانا شروع کیا کہ ایک بوڑھا احمدی جو چیف کے سامنے تھا چھڑی ہوا میں لہرا لہرا کر گا رہا تھا اور باقی دوست جو تین صد کے قریب تھے اس کے پیچھے وہی فقرات دہرا رہے تھے ۔ میں نے ترجمان سے پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں تو اس نے مجھے بتایا کہ یہ اللہ تعالی کے احسانات اور احمدیت کی برکات کا ذکر کر رہے ہیں ۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم بت پرست اور مشرک تھے ۔ ہمیں حلال و حرام اور نیکی بدی کا کوئی علم نہ تھا ۔ ہماری زندگی بالکل حیوانی تھی ہم وحشی تھے ۔ شراب کو پانی کی طرح پیتے تھے ۔ احمدیت نے ہمیں سیدھا راستہ دکھایا اور ہماری بدیاں ہم سے چھوٹ گئیں اور ہم انسان بن گئے ۔ یہ لوگ اپنے ہی شہر کے ایک پیراماؤنٹ چیف اور دیگر اکابر کے سامنے جو ان کی سابقہ عادات و اخلاق سے پوری طرح واقف تھے اپنی تبدیلی بڑی تحدی کے ساتھ بیان کر رہے تھے

اور اس کو جماعت کی صداقت کے طور پر پیش کر رہے تھے ۔ (انصاراللہ جنوری 84ء صفحہ 30)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کیا خوب فرماتے ہیں "میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے"۔ (الذکرالحکیم نمبر 4 صفحہ 17)

امریکہ میں ایک صاحب احمدی ہوئے جو بہت بڑے موسیقار تھے اور اپنے وقت میں اس تیزی کے ساتھ میوزک میں ترقی کر رہے تھے کہ بہت جلد انہوں نے امریکہ کی سطح پر شہرت حاصل کرلی اور ان کے متعلق ماہرین کا خیال تھا کہ یہ ایسے عظیم الشان میوزیشن بنیں گے کہ گویا ان کو یاد کیا جائے گا کہ یہ اپنے زمانے کے بہت بڑے میوزیشن تھے ۔ احمدی ہوئے تو نہ میوزک کی پرواہ کی ۔ نہ میوزک کے ذریعے آنے والی دولت کی طرف لالچ کی نظر سے دیکھا سب کچھ یک قلم منقطع کردیا اور اب وہ درویشانہ زندگی گزارتے ہیں ۔ باقاعدگی کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے ہیں ۔ آنحضرتؐ کا نام لیتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں ۔ (خالد ۔ جنوری 1988ء)

افریقہ کے PAGEN مذاہب کے پیروکاروں کے اندر بہت سی گندی رسمیں اور عادتیں عام پائی جاتی ہیں ۔ مگر احمدیت کے اندر داخل ہوتے ہی وہ ان بد رسموں پر تنسیخ کی لکیر پھیر دیتے ہیں اور اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرتے ہیں ۔ ایسی رپورٹیں بھی آئیں کہ شراب کے پرانے رسیا ایک دم شراب سے نفرت کرنے لگ گئے اور اس کا دوسروں پر بہت گہرا اثر ہوا اور جب وہ اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں تو مولوی کہتے ہیں کہ احمدیت نے ان پر جادو کردیا ہے اور اس وجہ سے انہوں نے شراب چھوڑدی ہے ۔ (ضمیمہ مصباح ستمبر 87ء)

یہ جادو سر چڑھ کر بولتا ہے اور خود اپنے آپ کو منواتا ہے ۔ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار سٹیٹسمین دہلی لکھتے ہیں ۔

" قادیان کے مقدس شہر میں ایک ہندوستانی پیغمبر پیدا ہوا جس نے اپنے گردوپیش کو نیکی اور بلند اخلاق سے بھر دیا ۔ یہ اچھی صفات اس کے لاکھوں ماننے والوں کی زندگی میں بھی منعکس ہیں ۔"

(سٹیٹسمین دہلی، 12 فروری 1949ء)

تعارف کتب نمبر 6

"لیکچر لدھیانہ"

تاریخ تصنیف: یہ لیکچر حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے مورخہ 4، نومبر 1905ء کو لدھیانہ شہر میں دیا۔

صفحات: 50

(روحانی خزائن جلد نمبر 20)

اس لیکچر میں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے اپنی صداقت کے مختلف النوع دلائل بیان فرمائے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک دلیل آپ نے یہ بیان فرمائی کہ لوگوں نے ہر طرح سے میری مخالفت کی۔ میرے خلاف فتوے دیئے۔ مجھے کافر، دجال اور مفتری کہا۔ میرے خلاف مقدمات بنوائے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہر میدان میں میری تائید و نصرت فرمائی اور میرے مخالفین کو ناکام و نامراد کیا۔ جوں جوں مخالفت میں شدت ہوتی گئی اسی قدر اس سلسلہ کی عظمت اور عزت دلوں میں جڑ پکڑتی گئی۔ یہاں تک کہ آج سے چودہ برس پہلے جب میں اس شہر سے گیا تھا تو میرے ساتھ چند آدمی تھے اور میرے خلاف تکذیب اور تکفیر کا بازار گرم تھا۔ مگر اب وہ وقت ہے کہ میری جماعت کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ چکی ہے اور دن بدن ترقی ہو رہی ہے اور یقیناً کروڑوں تک جا پہنچے گی۔

اس ضمن میں آپ نے فرمایا کہ مخالف جب دلیل اور براہین سے عاجز آجاتا ہے تو وہ ایذاء اور قتل کی تجویز کرتا ہے اور وطن سے نکال دینے کا ارادہ کرتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کفار نے کیا۔

اس لیکچر میں حضرت بانئ سلسلہ نے اپنی جماعت کی کثرت کو اپنی صداقت کا نشان اس طرح بھی قرار دیا کہ آج سے 25 برس پہلے جب کہ کوئی بھی میرے نام سے واقف نہ تھا اور نہ ہی کوئی شخص قادیان میں میرے پاس آتا تھا یا خط و کتابت رکھتا تھا خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی تھی کہ تیرے پاس دور دراز سے لوگ آئیں گے اور نیز ان کی مہمان داری کے سامان بھی آئیں گے۔

یہ پیشگوئی براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہے۔ اور اس کتاب کو دوست دشمن سب نے پڑھا۔ گورنمنٹ کے پاس بھی اس کی کاپی بھجوائی۔ وہ پیشگوئی آج پوری ہو رہی ہے۔ کیا یہ کسی انسان کے بس میں ہے کہ وہ پچیس تیس برس پہلے ایک بات کی خبر دے اور پھر اسے اسی طرح پورا بھی کر دے۔ یہ تو خدائی کام ہیں۔ حضرت آدم سے لے کر اس وقت تک کے کسی مفتری کی نظیر دو جس نے 25 برس بیشتر اپنی گمنامی کی حالت میں ایسی پیشگوئیاں کی ہوں اور پھر وہ پوری ہو گئی ہوں۔

پھر آپ نے نبوت کے نشانات میں سب سے بڑا نشان اور سب سے بڑا معجزہ پیشگوئیوں کو قرار دیا اور فرمایا کہ یہ امر تورات سے بھی ثابت ہے اور قرآن سے بھی کہ پیشگوئیوں کے برابر کوئی معجزہ نہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے ماموروں کو ان کی پیشگوئیوں سے شناخت کرنا چاہیئے۔ لیکن پیشگوئیوں کو سمجھنے کے لئے دوربین آنکھ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اندر باریک اسرار رکھتی ہیں۔

بعد ازاں حضور پر نور نے وفات مسیح کے متعلق بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اسے قرآن، سنت، اجماع، عقلی دلائل، اور کتب سابقہ سے ثابت کرتا ہوں۔ اور حنفی مذہب کے موافق نص، حدیث، قیاس اور دلائل شرعیہ میرے ساتھ ہیں۔ لیکن اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں کہ جو اسلام میں داخل ہونے کے لئے شرط ہو۔ پھر بھی وفات مسیح کے اعلان پر مجھے کافر، دجال کیوں کہا جاتا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ مسیح علیہ السلام کی حیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہوتی ہے اس لئے ہم اس کو ہرگز نہیں مان سکتے۔ عیسائیوں کے پاس یہ ایک ہی ہتھیار ہے۔ انہوں نے یہ کہہ کر ہمارا نبی تو زندہ ہے اور اب تک زندہ ہونا

اس کی خدائی کو ثابت کرتا ہے مگر تمہارا نبی فوت ہو چکا ہے بہت سے مسلمانوں کو عیسائی بنالیا ہے۔

اگر عیسائیت کے اس شہتیر کو گرا دیا جائے۔ ان کے اس بت کو توڑ دیا جائے اور ان کے نبی کو مردہ ثابت کر دیا جائے تو یہ ساری کی ساری عمارت تباہ ہو جائے گی۔ حیات مسیح کا تجربہ تم لوگ کر چکے اب ذرا وفات مسیح کا تجربہ بھی کرو اور پھر اس کے فوائد دیکھو۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس لیکچر میں "جہاد" کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ غلط ہے کہ "دین حق" تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ "دین حق" نے تو وقتی طور پر دفاعی غرض سے تلوار اٹھائی جب کہ دشمن نے حد سے تجاوز کرتے ہوئے مدینہ تک تعاقب کیا۔ لیکن آنے والے مسیح کے لئے یہ صداقت کا نشان تھا کہ وہ جنگ کو موقوف کرے گا۔ ہمارے دور میں چونکہ قلم سے "دین حق" پر حملے کئے جاتے ہیں اس لئے اس وقت جہاد یہی ہے کہ قلم سے ان کا جواب دیا جائے۔

حضور پر نور نے پیشگوئیوں کی حقیقت بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ پیشگوئیاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک وعدہ کی اور ایک وعید کی۔ وعید کی پیشگوئیوں میں خدا تعالیٰ ڈرا کر بخش بھی دیتا ہے --- اس لئے کہ وہ رحیم ہے۔ جیسا کہ حضرت یونس کی قوم کے ساتھ ہوا۔

آپ نے اپنے آنے کی غرض اس طرح بیان فرمائی کہ تا "دین حق" تمام ادیان پر غالب کروں اور اس کو بیرونی اور اندرونی حملوں سے بچاؤں۔

اسی طرح حضور نے "دین حق" کے معانی بیان کرتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح فرمائی اور اس ضمن میں عدل، احسان اور ایتاء ذی القربیٰ کی تفسیر فرمائی ہے۔ اور عیسائیوں اور آریوں کے خدا کو نری زبانی لاف و گزاف ثابت کیا اور بتایا کہ سچا خدا وہ ہے جو "دین حق" کا خدا ہے۔

اہم سوالات

1- حضرت بانی سلسلہ نے اپنی صداقت کے کیا دلائل فرمائے ہیں؟

2- نشانات نبوت میں عظیم الشان نشان اور معجزہ کس چیز کو قرار دیا گیا ہے۔

3- کیا حیات مسیح کے نتیجہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی ہے تو کس طرح؟

4- قرآن، سنت، حدیث، اجماع اور قیاس سے ثابت کریں کہ مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں؟

5- حیات مسیح کے نقصانات اور وفات مسیح کے فوائد درج کریں۔

6- جہاد کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ثابت کریں کہ "دین حق" تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔

7- پیشگوئیوں کی دو اقسام بیان کریں۔

8- آنے والے مسیح کی بعثت کی علت غائی اور مقاصد بیان کریں۔

9- حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تفصیل درج کریں۔

(مرتبہ:- ظہیر احمد خان تسنیم)

بقیہ دیر ہے پر اندھیر نہیں

ساتھ ضرور ہوگی۔ وہاں کئی بولیاں لگیں گی"۔ گارڈفرے آگ بگولا ہو کر کہنے لگا "یہ تم ہی ہو جو اس طرح مجھے اپنے گھوڑے کو بیچنے کا کہہ رہے ہو۔ یہ میرا آخری اثاثہ ہے"۔ اس پر ڈنسی نے بڑی ملائمت سے کہا "تمہیں معلوم ہے میں لوگوں کو سودا کرنے کی رغبت دلانے میں ماہر ہوں اس لئے میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں مجھے یہ گھوڑا فروخت کرنے کا موقع دو"۔ گارڈفرے نے جواب دیا "اچھا اگر تم سنجیدہ ہو تو اسے مناسب قیمت پر بیچ ڈالو لیکن تم رقم لا کر مجھے دو گے"۔ ڈنسی نے جواب دیا "میرے خیال میں تم راضی ہو گئے ہو۔ میں اسے کل ایک سو بیس میں بیچ دوں گا"۔ یہ کہہ کر ڈنسی کمرے سے باہر نکل گیا۔ (باقی آئندہ)

FRIDAY THE 10TH

"اور دیوار ٹوٹ گئی۔۔۔۔"

(تحریر۔۔۔م۔ا۔ایاز)

جنگ عظیم دوم کے بعد دوسرے ملکوں کی طرح جرمنی میں بھی بندر بانٹ ہوئی اور اس کے نتیجہ میں جو نفرتیں اور اختلافات پیدا ہوئے ان نفرتوں کو جرمنی کے ایک شہر "برلن" کے درمیان ایک دیوار کی صورت میں کھڑا کردیا گیا۔

برلن کی اس دیوار نے دیکھنے کو تو ایک شہر کو دو حصوں میں تقسیم کردیا لیکن اس نے ایک شہر کو نہیں، ایک ملک کو نہیں، ایک بلاک کو نہیں بلکہ ایک پوری دنیا کو دو حصوں میں منقسم کردیا۔ انسانیت کو دو حصوں میں بانٹ دیا۔ تہذیب کو الگ الگ کردیا اور یہ دیوار بہت دیر تک محبت اور پیار اور ہمدردی کے درمیان "دیوار" ثابت ہوئی۔ دو دلوں کے درمیان ایک دیوار ثابت ہوئی امن اور صلح کے درمیان حائل ایک دیوار۔۔ مذہب کے درمیان ایک روک اور احمدیت اور دین حق اور اشاعت قرآن کے لئے ایک رکاوٹ۔۔۔ لھذا یہ روک دور ہونا تھی اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ساتھ خدا کا کیا ہوا وعدہ پوری آب و تاب کے ساتھ پورا ہونا تھا جس کے متعلق حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔۔۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دیگا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دونگا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

سواے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کرلو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔۔۔۔" (تجلیات الٰہیہ صفحہ 23۔ 21)

سنواے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو کہ ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔۔۔" (تجلیات الٰہیہ صفحہ 23، 21)

احمدیت کے چشمہ سے ہر ایک قوم کا پانی پینا مقدر تھا اور یہ رکاوٹیں دور ہونا مقدر تھیں اور جو روس اور مشرق میں کئی دیواریں تھیں انہیں گرنا ہی تھا۔

آج ہم خوش ہیں کہ یہ "نظام" بدل رہے ہیں اور بساط دنیا الٹ رہی ہے۔ اور حسین اور پائیدار نقشے آہستہ آہستہ ابھر رہے ہیں۔

لیکن آج ہمیں ایک اور خوشی بھی ہے کہ ہمارے پیارے آقا اور محبوب امام حضرت امام جماعت احمدیہ کو جو آج سے چند سال پہلے کشف دکھایا گیا تھا وہ بھی اس دیوار کے گرنے سے پورا ہوا بلکہ اس کشف کی ایک اور چمک ہمیں نظر آئی۔۔۔۔ اس میں ہمارے لئے خوشی ہے ہی۔۔۔۔ اس کے ساتھ ساتھ خوش خبری ہے ان لوگوں کے لئے جو حق اور صداقت کی تلاش میں ہیں جو ہستی باری تعالیٰ کی کوئی دلیل چاہتے ہیں۔۔۔۔ وہ آئیں اور اب اس وقت ہمارے پیارے امام کو دیکھ لیں اور خدا کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں پوری ہوتے ہوئے دیکھیں۔

آج سے تقریبا ساڑھے پانچ برس قبل حضور ایدہ اللہ نے ایک

کشف دیکھا اور جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے 28، دسمبر 1984ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا

" دو تین دن پہلے کی بات ہے بعض اطلاعات کے نتیجہ میں شدید بے چینی اور بے قراری تھی۔ ظہر کے بعد میں ستانے کے لئے لیٹا ہوں تو میرے منہ سے جمعہ جمعہ کے الفاظ نکلے اور ساتھ ہی ایک گھڑی کے ڈائل پر جہاں دس کا ہندسہ ہے وہاں نہائیت ہی روشن حروف میں دس چمکنے گا۔ یہ کوئی خواب نہ تھا بلکہ عالم بیداری میں ایک کشفی نظارہ تھا۔ اور وہ جو دس دکھائی دے رہا تھا باوجود اس کے کہ وہ دس کے ہندسے پر دس تھا جو گھڑی کے دس ہوتے ہیں لیکن میرے ذہن میں وہ دس تاریخ آرہی تھی اور میں انگریزی میں کہہ رہا تھا FRIDAY THE 10TH ویسے وہ گھڑی تھی اور گھڑی پر دس کا ہندسہ تھا۔ پس یہ تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کونسا جمعہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ روشن نشان عطا فرماتا ہے۔ مگر ایک دفعہ یہ واقعہ نہیں ہوا ہر دفعہ یہ ہوا ہے کہ جب بھی جماعت کے متعلق شدت کی پریشانی پیدا ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے مسلسل خوشخبریاں عطا فرمائیں۔"

سو اس کشف کی ایک بڑی واضح چمک اور پورا ہونیکا نشان ہم نے نومبر 1989ء کو مشاہدہ کیا اور ساری دنیا نے کیا۔ اس صدی کا اہم ترین واقعہ یہی دیوار برلن تھی جو گرادی گئی۔ آپ اس کا ذکر کرتے ہوئے 23، فروری 1990 کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

"گزشتہ سال ایک خطبہ میں، میں نے دیوار برلن کے گرنے کا ذکر کیا تھا اور بتایا تھا کہ اس صدی کے اہم ترین واقعات میں سے یہ واقعہ ہے اور بلاشبہ سال 1989ء میں ہونے والے تمام واقعات میں سب سے زیادہ اہم یہ واقعہ تھا۔ چنانچہ تمام دنیا کے اخبارات میں اس روز یعنی دوسرے روز جب یہ واقعہ ہوا ہے یہی شہ سرخیاں لگیں اور سب سے زیادہ اہم اس بات کو قرار دیا گیا کہ دیوار برلن گر گئی ہے۔ اس سلسلہ میں چند دن ہوئے مجھے اسلام آباد سے نصیر احمد طارق صاحب کی چٹھی موصول ہوئی جس میں انہوں نے بعض ایسی باتوں کی طرف میری توجہ مبذول کروائی جن کی طرف پہلے میرا خیال نہیں گیا تھا۔ چنانچہ ان کا خط پڑھ کر میں نے اس پر پوری تحقیق کروائی تو معلوم ہوا کہ ان کی باتیں جو انہوں نے لکھی تھیں بالکل درست تھیں۔

اس دن جس دن یہ دیوار گرائی گئی ہے سورج غروب ہوچکا تھا اور اگلے دن کی رات چڑھ چکی تھی۔ اسلامی حساب سے گویا دن کی تاریخ سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ختم ہوچکی تھی اور ایک نئے دن کی رات طلوع ہوئی تھی۔ جہاں تک انگریزی کیلینڈر کا تعلق ہے وہ دن رات بارہ بجے شروع ہوا اور اگلے دن رات بارہ بجے تک جاری رہا۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ وہ دس تاریخ تھی۔ اور جمعہ کا دن تھا اور جتنے اخبارات میں دنیا میں خبریں شائع ہوئیں ان پر FRIDAY THE 10TH کا عنوان لگا ہوا تھا۔ ڈیٹ لائن اسکی جو بنتی تھی اور دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ یہ وہ فرائی ڈے ہے جب سے خدا تعالیٰ نے مجھے کشفاً یہ واقعہ دکھایا تھا پہلا فرائی ڈے ہے جو اسلامی مہینے کے لحاظ سے بھی اور انگریزی مہینہ کے لحاظ سے بھی FRIDAY THE 10TH کہلا سکتا ہے اور پھر پوری طرح یہ دونوں تاریخیں ایک دوسرے کے ساتھ منطبق ہوگئیں تھیں۔ اول تو انگریزی تاریخوں کا اسلامی تاریخوں کے ساتھ منطبق ہوجانا یہ کم کم ہوتا ہے اور پھر یہ اس پر مزید اضافہ کہ صرف تاریخوں کا انطباق نہیں تھا بلکہ جمعہ کے دن یہ انطباق ہوا اور اسی دن یہ حیرت انگیز واقعہ بھی رونما ہوا"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 فروری 1990ء)

حضور ایدہ اللہ نے اس سے قبل دیوار برلن کے گرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

" جب دیوار برلن گرائی جارہی تھی اور ٹیلی ویژن پر لوگ دیکھ رہے تھے اور عجیب عجیب رنگ میں خوشیوں کا اظہار کر رہے تھے تو میرا دل اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گارہا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے لئے دیوار برلن گرائی جارہی ہے۔ میں جانتا تھا کہ محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر دیوار برلن گرائی جارہی ہے اور اب دین حق کے ان ملکوں میں پھیلنے کے دن آرہے ہیں اور وہ تیاریاں جو خدائی تقدیر نے ہم سے کرائی تھیں وہ رائیگاں نہیں جائیں گی۔ ان کو خدا تعالیٰ نے اس رنگ میں مکمل فرمایا اور ایسے وقت میں مکمل فرمایا جب کہ دوسری طرف سے روکیں توڑنے کے سامان بھی تیار تھے اور جونہی ہم یہاں خدمت کے لئے تیار ہوئے خدا تعالیٰ نے وہ حائل روکیں ساری دور کرنی شروع کردیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ، یکم دسمبر 1989ء بحوالہ الفضل 25 دسمبر 89ء)

خدا کے حضور ہمیں دعا کرنی چاہیئے

کہ اے مولا تو ان کے دلوں میں موجود ان دیواروں کو بھی گرادے جو دین حق سے ان کو دور کئے ہوئے ہیں۔ اے خدا تو ان کی آنکھوں میں موجود تعصب اور مادہ پرستی کی ان دیواروں کو بھی گرادے جو تیرا محبت بھرا چہرہ دیکھنے نہیں دیتیں --- ہاں ہمارے خدا ان دیواروں کو گرادے --- بہت جلد --- اچانک --- جیسے دیوار برلن --- بلکہ اس سے بھی جلد تر ---

کیونکہ دیوار برلن تو ایک ظاہری نشان تھا اصل رکاوٹ تو ان ممالک میں آمد و رفت کی تھی۔ ان ممالک میں دعوت الی اللہ کی تھی۔ یہاں اشاعت دین حق کی رکاوٹ تھی۔ اب خدا کرے کہ آہستہ آہستہ ان تمام ممالک میں ایسی تمام رکاوٹیں دور ہوجائیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے FRIDAY THE 10TH اور دیوار برلن کے گرنے کے ساتھ ساتھ حضرت مصلح موعود کے ایک رؤیا کا بھی ذکر فرمایا اور فرمایا کہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں کسی ملک میں ہجرت کرکے جارہا ہوں اور میری گود میں میرا بیٹا "طاہر احمد" (ہمارے پیارے امام اطال اللہ عمرہ - ناقل) ہے اور جس جگہ میں گیا ہوں وہ ملک روس ہے۔

اور یہ عجیب خدائی تقدیر ہے کہ حضور ایدہ اللہ کو ملک سے ہجرت کرنا پڑی اور جہاں تک روس کا تعلق ہے جماعت احمدیہ کے یہ واحد اور پہلے امام ہیں جن کی ذاتی طور پر روس کے بڑے بڑے مذہبی راہنماؤں سے ملاقاتیں ہوئیں اور روابط پیدا ہوئے۔ اس سے پہلے کسی امام کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔

دوسری طرف روسی زبان اور مشرقی یورپ کی دیگر کئی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور دیگر ضروری لٹریچر بھی خدا کے فضل سے آپ کے عہد میں تیار ہوگیا۔

ان سب باتوں کو اگر بصیرت کی آنکھ سے دیکھا جائے تو یہ "محض اتفاق" نہیں ہے بلکہ یہ خدائی تقدیر کام کررہی ہے اور ایک الہی پلاننگ ہے اور ایک تسلسل ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو کشفاً روس میں ریت کے ذروں کی طرح احمدیوں کا نظر آنا، حضرت مصلح موعود کا رؤیا اور جس میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کا ساتھ ہونا اور ملک روس میں جانا، پھر حضور ایدہ اللہ کا پاکستان سے ہجرت کرکے ایسی جگہ جانا جہاں سے مشرقی یورپ کے ممالک سے رابطہ میں آسانی ہو، پھر حضور کو کشف میں FRIDAY THE 10TH) کا دکھایا جانا اور پھر اس صدی کا اہم ترین انقلابی واقعہ اس تاریخ کے مطابق --- دیوار برلن کا گرنا ----- یہ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سب "اتفاق" ہے۔

تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ لی جائے تو اور بات ہے --- ورنہ اسے اتفاق قرار دینا ایک طفلانہ اور متعصبانہ بات ہوگی ---- ذرا سا بھی غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک گہری حکمت کام کررہی ہے۔ اور ایک بہت بڑے اور بہت جلد آنے والے عظیم انقلاب کی تیاری مکمل ہوچکی ہے اور وہ وقت آیا ہی چاہتا ہے کہ جب روس میں ریت کے ذرات کی طرح احمدی ہوں گے اور روس کا عصا بانی سلسلہ احمدیہ کے جانشین کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ بات پوری ہوگی کہ

عصا روس کا میرے ہاتھوں میں ہوگا
بخارا فتح باتوں باتوں میں ہوگا

لیکن اس بہت بڑے اور عظیم انقلاب کے لئے ہم نے کیا کیا ہے؟ ہمارے پیارے خدا کی تقدیر تو ظاہر ہونے ہی والی ہے بلکہ اس کی رحمت کے آثار تو پھوار کی شکل میں نازل بھی ہونے شروع ہوگئے۔ اب اس رحمت کے استقبال کے لئے ہمیں بھی پوری طرح تیار ہوجانا چاہیئے۔ سو آیئے اپنے پیارے امام کی آواز پر عمل کرتے ہوئے لبیک کہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

لوئی پاسچر - ایک عظیم سائنسدان

(سہیل احمد - بہاولپور)

فرانس کی تاریخ میں لوئی پاسچر کو ایک عظیم ہیرو کی حیثیت حاصل ہے۔ لوئی پاسچر ایک عظیم سائنسدان اور طبی ماہر تھا۔ وہ 1822ء میں فرانس کے ایک ضلع "جورا" کے علاقے "ڈول" میں پیدا ہوا۔ وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا باپ ایک بہادر سپاہی تھا۔ اس نے نپولین کی فوج میں لڑتے ہوئے شجاعت کا سب سے بڑا تمغہ حاصل کیا تھا۔ پاسچر بھی اپنے باپ کی طرح بڑا دلیر اور محب وطن تھا۔ وہ اس لحاظ سے خوش قسمت تھا کہ اسے کردار کی بہت سی اچھی خصوصیات اپنے باپ سے ورثہ میں ملی تھیں۔

جب لوئی پاسچر دو سال کا ہوا تو اس کا خاندان ڈول سے "آرباٹس" آکر آباد ہوگیا۔ یہاں اس کے والد نے ایک چھوٹا سا چمڑہ رنگنے کا کارخانہ خرید لیا۔ یہیں پاسچر کو کمیونل کالج کے ایک سکول میں پڑھنے کے لئے بھیج دیا گیا۔ شروع شروع میں پاسچر نے پڑھائی میں کوئی دلچسپی نہ لی۔ وہ اکثر سکول سے بھاگ کر مچھلی کا شکار کھیلنے چلا جاتا یا پھر کلاس میں بیٹھ کر یاروں دوستوں کی تصاویر بناتا رہتا۔ لیکن جلد ہی اسے احساس ہوگیا کہ وہ گھر والوں پر بوجھ بن رہا ہے۔ تھوڑے ہی عرصے میں اسے اس بیکار پن سے بوریت کا احساس ہونے لگا اور پھر اس نے خوب دل لگا کر پڑھنا شروع کر دیا۔ یہی محنت اور لگن ساری عمر اس کا طرہ امتیاز رہا۔

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد پاسچر نے سوچا کہ اب وہ اعلی تعلیم حاصل کرے یا دوسرے نوجوانوں کی طرح کاروبار میں لگ جائے۔ لیکن اس کی تعمیری سوچ غالب آئی۔ اس نے اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لئے "بی۔ سان۔ کون کالج" میں داخلہ لے لیا۔ اس کالج میں داخلہ لینے کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ "فلسفہ" پاسچر کا پسندیدہ مضمون تھا۔ لیکن آرباٹس کے کمیونل کالج میں فلسفے کی تعلیم کا کوئی بندوبست نہ تھا۔

بی۔ سان۔ کون کالج سے پاسچر نے سائنس اور آرٹس دونوں مضامین میں ڈگری حاصل کی۔ بعد میں اسے اسی کالج کے سٹاف میں شامل کرلیا گیا۔

کیمسٹری یعنی کیمیا کے مضمون میں پاسچر کو خاص دلچسپی تھی۔ وہ اپنے کیمیا کے پروفیسروں سے ایسے ایسے مشکل اور بوکھلا دینے والے سوالات پوچھتا کہ اکثر اسے ان سوالوں کے تسلی بخش جواب نہ ملتے۔

1842ء میں جب پاسچر کی عمر بیس سال تھی تو اس نے پیرس کی عظیم درسگاہ "ایکول نورمیل" میں داخلے کا امتحان دیا۔ وہ پاس ہونے والوں میں چودھویں نمبر پر آیا۔ وہ اچھا درجہ حاصل نہ کرنے پر اتنا مایوس ہوا کہ اس نے داخلہ لینے سے ہی انکار کردیا۔ اگلے سال اس نے یہ امتحان دوبارہ دیا۔ اور اس دفعہ اس نے چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ 1848ء میں جب پاسچر کی عمر 26 برس تھی تو وہ یونیورسٹی آف سٹرا برگ میں کیمسٹری کا نائب پروفیسر مقرر ہوا۔ یہاں سے اس کی زندگی کا ایک اور دور شروع ہوا۔ یونیورسٹی آف سٹرا برگ کے ڈائریکٹر کو یہ بھولا بھالا نوجوان بہت پسند آیا۔ اس نے اپنی بیٹی کی شادی پاسچر سے کردی۔ اور پاسچر کے کام میں اس کی بیوی نے اہم رول ادا کیا۔

پاسچر کو اپنے ملک فرانس سے شدید محبت تھی آپ اس کی حب الوطنی کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ جب 1848ء میں یورپ میں سیاسی کشمکش کا آغاز ہوا تو پاسچر نے اپنی تمام تعلیمی سرگرمیاں چھوڑ کر نیشنل گارڈ میں بھرتی ہونے کا ارادہ کرلیا۔ اس وقت اس کے پاس کل 150 فرانک تھے جو اس نے نیشنل ڈیفنس میں دے دیئے۔ اس کے بعد فرانس اور جرمنی میں جنگ چھڑنے کا خطرہ پیدا ہوگیا تو پاسچر نے اپنے آپ کو فوجی خدمات کے لئے پیش کیا۔ لیکن فوجی حکام نے اسے خرابی صحت کی بنا پر نیشنل گارڈ میں بھرتی کرنے سے انکار کردیا کیونکہ کچھ

عرصہ قبل پاسچر پر فالج کا حملہ ہوا تھا۔
جس کے اثرات اس کے جسم پر تا زندگی باقی رہے۔ اسی سال فرانس اور جرمنی میں جنگ چھڑ گئی۔ پاسچر نے حب الوطنی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی "ڈاکٹر آف میڈیسن" کی ڈگری واپس کردی جو اسے جرمنی کی "بون یونیورسٹی" نے عطا کی تھی۔ اسے اب وہ کاغذ کا ٹکڑا بڑا قابل نفرت لگتا تھا۔

1870ء میں پاسچر نے شراب کشید کرنے کی صفت کا مطالعہ کرنا شروع کردیا۔ وہ ایسا طریقہ دریافت کرنا چاہتا تھا جس کے ذریعے فرانس میں بھی ویسی ہی اعلیٰ معیار کی شراب بنائی جا سکے جیسی جرمنی میں بنتی تھی۔ آخر کار وہ اس مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے شراب کشید کرنے کا نیا طریقہ انگلستان والوں کو بھی بتایا۔ اس طریقے کی بدولت فرانس میں اعلیٰ درجے کی شراب کشید ہونے لگی اور فرانس والوں نے اس صفت کی بدولت بڑی دولت کمائی۔ مشہور سائنسدان ہکسلی (HUXLEY) نے ایک دفعہ کہا کہ اس بارے میں پاسچر کی تحقیقات اتنی گراں قدر تھیں کہ ان کی وجہ سے فرانس نے وہ بھاری رقم بچالی جو اسے جرمنی کو بطور تاوان ادا کرنی پڑتی تھی۔ (جرمنی اور فرانس کی جنگ میں)۔ جنوبی فرانس، فرانس کا وہ حصہ تھا جسے ملکی صنعت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہاں پر ریشم کی صنعت زوروں پر تھی۔ لیکن اچانک 1849ء میں یہ صنعت بحران کا شکار ہوگئی۔ ریشم کے کیڑوں کو ایک پراسرار وبائی مرض لگ گیا جس نے اس صنعت کو مکمل تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا۔ پہلے یہ خیال کیا گیا کہ یہ بیماری انڈوں کی خرابی کی وجہ سے ہے چنانچہ دوسرے ممالک سے انڈے منگوائے گئے لیکن کچھ ہی عرصے میں وہ بھی بیماری کا شکار ہوگئے۔

جلد ہی یہ بیماری آس پاس کے ملکوں میں بھی پھیل گئی۔ ریشم کے کیڑے پالنے والے سخت مایوسی کا شکار ہوگئے۔

1865ء میں فرانسیسی حکومت نے لوئی پاسچر سے درخواست کی کہ وہ اس بیماری کے بارے میں تحقیق کرے۔ پہلے پہل تو پاسچر نے انکار کردیا لیکن پھر لوگوں کی حالت زار دیکھ کر اس نے رضامندی ظاہر کردی۔ ایک اندازے کے مطابق فرانس کو ریشم کے کیڑوں کی بیماری کی وجہ سے چالیس لاکھ فرانک کا نقصان اٹھانا پڑا۔ اگر پاسچر اس سلسلے میں اپنا تحقیقاتی کام نہ کرتا تو صورت حال اور بھی خطرناک ہو جاتی۔ اس تحقیق کا ایک اور اہم نتیجہ یہ نکلا کہ پاسچر کی توجہ جانوروں اور انسانوں کے متعدی امراض کی طرف مبذول ہوگئی۔ ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ ریشم کے کیڑوں کی بیماری پر تحقیق کے دوران ہی پاسچر پر فالج کا حملہ ہوا۔ یہ حملہ بہت زیادہ مشقت اور دماغی کام کی وجہ سے ہوا۔ اس حملے کے اثرات ساری عمر پاسچر کے جسم پر باقی رہے البتہ پاسچر کا دماغ فالج کے حملے سے محفوظ رہا اور وہ ایک سال بعد پھر تحقیق کرنے کے قابل ہوگیا۔

1877ء میں پاسچر نے مویشیوں کے ایک متعدی مرض (ANTHRAX) یعنی طحالی بخار پر تحقیق شروع کی۔ یہ بات پہلے ہی معلوم کی جا چکی تھی کہ طحالی بخار ایک جرثومے کا نتیجہ ہے۔ پاسچر نے اپنی تحقیق سے اس خیال کو صحیح ثابت کیا۔ پھر اس نے بیماری کو ختم کرنے کی کوششیں شروع کردیں۔ اس نے تجربے سے ثابت کیا کہ اگر اس بیماری کے کمزور جراثیم خون میں داخل کردیئے جائیں تو اسے ہلکا سا بخار ضرور ہو جاتا ہے لیکن وہ بیماری کے شدید حملے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس نے اس بیماری کے کمزور شدہ جراثیم سے ٹیکہ ایجاد کیا جس کے لگانے سے جانور اس بیماری کا شکار ہونے سے بچ جاتے۔ اس حفاظتی تدبیر سے بھیڑوں کی شرح اموات 80 فیصد سے کم ہو کر صرف ایک فیصد رہ گئی اور بڑے مویشیوں میں 5 فیصد سے گر کر آدھ فیصد ہوگئی۔

پاسچر کے کام کی اگلی منزل انسانی امراض کی تحقیق تھی۔ اس مقصد کے لئے وہ ہسپتالوں میں جاتا اور مریضوں سے جراثیم زدہ مادے لے کر ان کا خورد بین کے ذریعے مطالعہ کرتا تاکہ مختلف بیماریوں کے جراثیم کی شناخت کر سکے۔ سب سے پہلے اس نے میٹرنٹی ہسپتالوں پر توجہ دی اور بچے کی پیدائش سے تھوڑا سا پہلے عورتوں کو ہونے والے بخار کے جرثومے کا پتہ چلایا۔ اور پھر اس سے محفوظ رکھنے کے طریقے دریافت کئے۔ اب ان ہسپتالوں میں شرح اموات بہت حد تک گھٹ گئی۔

اب میں پاسچر کے سب سے بڑے کارنامے کا ذکر کروں گا۔ پہلی انسانی بیماری جس کے لئے پاسچر نے کمزور شدہ جراثیم کے انجکشن

کے طریقہ کار کا استعمال کیا وہ ہائڈرو فوبیا یا رابیز کی بیماری ہے۔ یہ خوفناک بیماری، پاگل کتے کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ اس بیماری کے حملے سے انسان پانی سے ڈرنے لگتا ہے۔ اس مرض کا جرثومہ معلوم نہیں ہوسکا تھا۔ تاہم عام خیال یہ تھا کہ جس جانور کو بھی یہ بیماری ہو اس کے حرام مغز پر اس کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ پاسچر نے پاگل کتے کا حرام مغز لے کر اسے دو ہفتے تک ہوا میں خشک کیا اس طرح اس کے جراثیم بے ضرر ہوگئے۔ ان سے انجکشن تیار کرکے جب کتوں میں داخل کیا گیا تو وہ اس بیماری کے حملے سے محفوظ رہے۔

1885ء میں پاسچر نے اس کا استعمال ایک بچے پر کیا جسے پاگل کتے نے کاٹا تھا۔ پاسچر نے اس بچے کو ہسپتال میں رکھا اور دس روز تک اس کے ٹیکے لگاتا رہا۔ یہ بچہ آخر بلکل تندرست ہوگیا۔ اس کے بعد تین ماہ کے اندر اندر تین سو پچاس ایسے مریضوں کا علاج کیا گیا جن میں سے صرف ایک کی موت واقع ہوئی۔ اور پھر تو لوگ دور دراز سے پاسچر کے پاس اپنے مریضوں کو لانے لگے۔ دنیا پاسچر کا یہ احسان کبھی نہیں بھولے گی کیونکہ پاسچر کی دریافت نے دنیا کو اس موذی مرض سے نہائت کامیابی سے نجات دلادی۔

پاسچر کی کامیابی نے دوسرے سائنسدانوں کو ترغیب دی کہ وہ دوسری انسانی بیماریوں کے علاج کے لئے یہ طریقہ استعمال کریں چنانچہ 1880ء سے لے کر 1890ء تک دس سال کے عرصے میں تپدق، ہیضہ، خناق، ٹائیفائیڈ، طاعون اور کئی دوسرے متعدی امراض کے جراثیم دریافت کرلئے گئے۔ 1898ء سے 1900ء تک یہ ثابت ہوگیا کہ ملیریا اور زرد بخار کے جراثیم دراصل مچھروں کے ذریعہ پھیلتے ہیں۔ پاسچر کے کام کی بدولت جو بھی دریافتیں ہوئیں ان کی فہرست بنانا تقریباً ناممکن ہے۔ لوگوں نے اپنی احسان مندی پاسچر کے لئے ظاہر کرنے کے لئے اس کے نام پر پیرس میں ایک انسٹیٹیوٹ قائم کیا جسے پاسچر انسٹیٹیوٹ کہا جاتا ہے۔ اس کے چندے تمام دنیا سے وصول ہوئے۔

پاسچر 73 سال کی ایک کامیاب اور مصروف زندگی گزار کر فوت ہوا اور اسے پیرس میں اسی انسٹیٹیوٹ میں دفن کیا گیا۔ پاسچر کی خدمات ایسی ہیں جنہیں کبھی بھلایا نہیں جاسکے گا۔

جامعہ احمدیہ میں داخلہ

صوبہ پنجاب کے وہ طلباء جو جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے خواہش مند ہیں انہیں مطلع کیا جاتا ہے کہ امسال جامعہ احمدیہ میں داخلے کے لئے انٹرویو مورخہ 2 جون 1990ء بروز ہفتہ بوقت سات بجے صبح وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ میں ہوگا۔

جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے اصولاً امیدوار کی عمر 17 سال یا اس سے کم اور تعلیم کم از کم میٹرک سیکنڈ ڈویژن (45 فی صد نمبر) ہونا ضروری ہے۔ ایف اے کے لئے عمر کی 18 اور بی اے کے لئے عمر کی 20 سال حد مقرر ہے۔

انٹرویو کے لئے آنے سے پہلے درخواست کا دفتر میں پہنچنا ضروری ہے۔ انٹرویو کے وقت سکول یا کالج کا اصل سرٹیفکیٹ اور اس کی دو عدد فوٹوسٹیٹ کاپی اور مقامی جماعت کے صدر صاحب کی تعارفی چٹھی ساتھ لائیں۔

صوبہ سندھ، سرحد اور بلوچستان کے امیدواران کا انٹرویو ان کے میٹرک کے نتیجہ کے بعد ہوگا۔ معین تاریخ کا اعلان بعد میں کردیا جائے گا۔

وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ

دیکھیئے چاند کب نکلتا ہے

اس کی ہیبت سے دم نکلتا ہے -- موت پر کس کا زور چلتا ہے
گود ہے ماں کی عشرتِ دنیا -- طفلِ حسرت یہیں تو پلتا ہے

ساری دنیا ہے دید کی طالب -- دیکھیئے چاند کب نکلتا ہے
سانس اگر لیں تو فضا ہے مسموم -- روکتے ہیں تو دم نکلتا ہے

سب ہی تر دامنی پہ نازاں ہیں -- کون دامن بچا کے چلتا ہے
شجرِ آرزو سے کیا امید -- پھولتا ہے کبھی نہ پھلتا ہے

بوالعجب ہے یہ آج کا انساں -- روز چالیں عجیب چلتا ہے
منزلیں ڈھونڈتا ہے اَن دیکھی -- نت نئے راستوں پہ چلتا ہے

ساری دنیا بدل گئی لیکن -- آدمی کیوں نہیں بدلتا ہے
دل کو کیا ہو گیا خدا جانے -- آج رک رک کے کیوں یہ چلتا ہے

کتنی ظالم ہے ان کی یاد سلیم
کوئی چٹکی سے دل مسلتا ہے

(مکرم سلیم شاہجہان پوری صاحب)

دیر ہے پر اندھیر نہیں

تصنیف: جارج ایلیٹ (GEORGE ELIOT) ۔ تلخیص و ترجمہ: پروفیسر راجہ نصر اللہ خان

حضور انور نے نومبر 1988ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا کہ نوجوانوں کو زہریلے لٹریچر سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے مطالعہ کے لئے دلچسپ اور سبق آموز مواد پیش کیا جائے۔ اس غرض سے انیسویں صدی کی برطانوی مصنفہ GEORGE ELIOT کی ایک مشہور کہانی SILAS MARNER کا تلخیص و ترجمہ قارئین کی خدمت میں سلسلہ وار پیش کیا جارہا ہے۔ امید ہے آپ اسے دلچسپ اور مفید پائیں گے۔

"سائلس مارنر" ایک غریب اور سادہ پارچہ باف کی حیرت انگیز اور درد آمیز کہانی ہے۔ وہ نوجوانی میں مسیحی مذہب کا پکا پیروکار تھا لیکن ایک دوست نما دشمن کی وجہ سے اس پر چوری کا الزام لگا اور یہی چیز اس کی ٹھوکر کا باعث بن گئی۔ وہ شرم کے مارے اپنے آبائی گاؤں سے نقل مکانی کرکے دوسرے علاقے میں چلا گیا جہاں اس کے دن رات کا مطمع نظر دولت کمانا اور اکٹھی کرنا تھا۔ لیکن یہاں اسے ایک اور بے رحم حادثہ پیش آیا اور وہ دینی اور دنیاوی خوشیوں سے مکمل طور پر محروم ہوگیا۔ اس کی زندگی مسلسل درد اور کرب بن گئی۔ آخر اس کی سابقہ نیکیاں اس کے کام آئیں۔ قدرت نے اس کے دل کی تڑپ اور نیکی دیکھ کر اس کے حال پر رحم کیا اور چوری کے الزام سے اس کی بریت ثابت کردی۔ وہ پارچہ باف سائلس مارنر پھر سے ایک نیک دل اور خوش کام انسان بن گیا۔ کہانی کا تلخیص و ترجمہ بعنوان "دیر ہے پر اندھیر نہیں" پیش خدمت ہے۔

کہانی شروع کرنے سے قبل ہم مکرم و محترم پروفیسر راجہ نصر اللہ خان صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ انہوں نے انتہائی لگن اور محنت سے اس کہانی کا انتخاب کرکے قارئین کے لئے ترجمہ کیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔۔۔۔۔ "مدیر"

انیسویں صدی کے ابتدائی سالوں کی بات ہے کہ ریوالو (RAVELVO) نامی گاؤں میں ایک سادہ مزاج پارچہ باف سائلس مارنر SILAS MARNER رہتا تھا۔ یہ گاؤں ایک پتھر کھودنے والے گڑھے کے قریب واقع تھا اور اس لحاظ سے اہم شمار ہوتا تھا کہ اس میں ایک خوبصورت اور قدیم گرجا گھر موجود تھا۔ اس گاؤں میں اینٹ اور پتھر کی بنی ہوئی دو تین بڑی بڑی حویلیاں بھی موجود تھیں جن میں چار دیواری سے گھرے ہوئے باغیچے اور سجاوٹ والے مرغ باد نما بھی تھے۔ گاؤں میں کئی ایسے زمیندار بھی تھے جو اچھی خاصی فصلیں اگاتے اور ان سے معقول رقم حاصل کرتے اور اس طرح وہ بڑی آن بان والی زندگی بسر کرتے تھے۔

مارنر کو ریوالو گاؤں میں آئے ہوئے پندرہ برس بیت چکے تھے۔ اس وقت وہ ایک زرد رنگ کا نوجوان تھا۔ اس کی آنکھیں ابھری ہوئی اور بھورے رنگ کی تھیں۔ وہ کسی شمالی علاقہ سے آکر یہاں بس گیا تھا۔ اس کے رہن سہن کے اپنے ہی رنگ ڈھنگ تھے۔ وہ کسی کو اپنے گھر مدعو نہیں کرتا تھا اور نہ ہی بے مقصد شہر میں جاکر آوارہ گردی کرتا تھا۔ وہ اپنے کام کے علاوہ کسی سے میل جول نہیں رکھتا تھا۔ جب سے قریبی گاؤں ٹارلے (TARLEY) کا بوڑھا پارچہ باف راہئ ملک عدم ہوا تھا مارنر کا کاروبار علاقہ کی نسبتاً امیر خواتین کی وجہ سے بہت منافع بخش ہوگیا تھا۔ البتہ ایک لمبے عرصے کے بعد یہ بات مشہور ہوگئی کہ مارنر نے کسی خفیہ جگہ پر بہت بڑی رقم جمع کر رکھی ہے۔ اگرچہ مارنر کے شب و روز ایک جیسے گزر رہے تھے اور ظاہری طور پر اس کے متعلق لوگوں کے خیالات

جوں کے توں چلے آرہے تھے لیکن مارنر کی اندرونی زندگی ایک تاریخ بھی تھی اور انقلاب کی آماجگاہ بھی۔

سابقہ زندگی

ریوالو آنے سے پہلے مارنر لینٹرن یارڈ LANTERN YARD میں رہائش پذیر تھا۔ وہاں پر اس کی زندگی حرکت، ذہنی پھرتی اور گہری دوستی سے عبارت تھی جیسا کہ مذہبی گروہوں سے تعلق رکھنے والوں کا طرہ امتیاز ہوا کرتا ہے۔ لینٹرن یارڈ کے اس محدود سے ماحول میں مارنر کو مثالی زندگی اور پختہ ایمان والا نوجوان یقینا کہا جاتا تھا۔ باقاعدگی سے کلیسا جانے والے اس کے ساتھیوں میں ایک اور نوجوان بھی تھا جو عمر میں مارنر سے کچھ بڑا تھا۔ ان دونوں میں ایسی گہری اور سچی دوستی تھی کہ لینٹرن یارڈ کی مسیحی برادری میں انہیں بائبل میں مذکور دو مثالی دوستوں ڈیوڈ اور جوناتھن DAVID AND JONATHAN کے ناموں سے جانا جاتا تھا۔ اس دوست کا نام ولیم ڈین تھا اور وہ بھی نوجوانی میں پارسائی کی ایک مثال سمجھا جاتا تھا۔ اگرچہ وہ اپنے کمزور اور سست بھائیوں کے لئے کچھ زیادہ ہی سخت رویہ رکھتا تھا اور اپنے آپ کو اپنے اساتذہ سے بھی زیادہ عقلمند سمجھتا تھا لیکن ولیم میں بعض باتیں خواہ دوسروں کو کیسی ہی عجیب نظر آئیں وہ اپنے دوست مارنر کے نزدیک بے داغ انسان تھا۔ اگرچہ کچھ عرصہ بیشتر مارنر اور ایک نوجوان خادمہ سارہ کی آپس میں منگنی ہو گئی تھی لیکن ان دونوں دوستوں کی رفاقت میں کچھ فرق نہیں پڑا تھا اور مارنر کو اس بات کی بڑی خوشی تھی کہ اس کی منگیتر اتوار کے روز اس کے دوست کی موجودگی پر کوئی اعتراض نہیں کرتی تھی۔

ڈیکن کی علالت

اچانک علاقہ کا ہیڈ پادری (ڈیکن) سخت علیل ہوگیا۔ چونکہ اس کی بیوی بہت پہلے فوت ہوچکی تھی اور اس کی کوئی اولاد بھی نہیں تھی اس لئے دن رات مسیحی نوجوان اور بھائی بند ڈیکن کی خبر گیری کرتے تھے۔ مارنر اور اس کا ہمدم ولیم اکثر رات کو یہ خدمت انجام دیتے۔ اسطرح کہ ایک آتا اور دوسرا آرام کرنے کے لئے چلا جاتا۔ یہ تبدیلی رات دو بجے عمل میں آتی۔ کچھ عرصہ بعد بوڑھا ڈیکن غیر متوقع طور پر روبصحت دکھائی دینے لگا۔ لیکن ایک رات جبکہ مارنر اسکی چارپائی کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اسے یوں محسوس ہوا کہ ڈیکن کی سانس لینے کی آواز سنائی نہیں دے رہی۔ مارنر نے موم بتی اٹھائی اور ڈیکن کے چہرے کا معائنہ کیا تو اسے یقین ہوگیا کہ بوڑھے مریض کی وفات ہوچکی ہے۔ مارنر سوچنے لگا کہ شائد اسے کچھ لمحوں کے لئے نیند آگئی تھی جو اسے ڈیکن کی وفات کا صحیح وقت معلوم نہیں ہوسکا۔ اس نے گھڑی کی جانب دیکھا تو صبح کے چار بج چکے تھے۔ حیرت ہے، ولیم اب تک کیوں نہیں آیا۔ اسی کشمکش میں وہ دوسروں کی مدد لینے کے لئے گھر سے باہر نکلا۔ تھوڑی ہی دیر میں کئی دوست احباب جمع ہوگئے۔ ان میں مقامی پادری بھی تھا۔ تھوڑی دیر بعد مارنر اپنے روزمرہ کے کام پر روانہ ہوگیا۔ ولیم کے غیر حاضر رہنے کی وجہ معلوم کرنے کے لئے اس کا اضطراب بڑھتا جارہا تھا۔ لیکن چھ بجے جبکہ وہ اس کی تلاش کے لئے جانے والا تھا اس کا دوست آپہنچا۔ ولیم کے ساتھ پادری بھی تھا۔ وہ مارنر کو لینے آئے تھے تاکہ وہ گرجا گھر میں موجود دوسرے اراکین کے ساتھ ملاقات کرسکے۔ مارنر نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے صرف اتنا کہا کہ "تمہیں خود ہی معلوم ہوجائے گا"۔

دوست دوست نہ رہا

وہاں پہنچ کر پادری نے مارنر کو ایک جیبی چاقو دکھایا اور اس سے دریافت کیا "تمہیں معلوم ہے کہ تم نے یہ چاقو کہاں چھوڑا تھا"؟۔ مارنر نے جواب دیا "مجھے بالکل یاد نہیں کہ میں نے اپنا چاقو جیب سے نکال کر کہیں رکھا بھی تھا"۔ مارنر اس عجیب و غریب پوچھ گچھ پر کانپ رہا تھا۔ تب اس پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ اپنے گناہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہ کرے اور اس کا اعتراف کرلے۔ یہ چاقو ڈیکن کی چارپائی کے قریب رکھے ہوئے میز سے برآمد ہوا تھا جہاں پر کلیسا کی رقم کا بیگ دھرا تھا جو پادری نے خود ایک دن بیشتر وہاں دیکھا تھا۔ کسی شخص نے وہ نقدی والا بیگ چرالیا تھا اور یہ شخص اس

کے علاوہ کون ہو سکتا ہے جس کا چاقو وہاں رہ گیا تھا۔ کچھ دیر کے لئے مارنر مارے حیرت کے ساکت ہو کر رہ گیا۔ آخر وہ بولا "خداوند میری بریت ظاہر کرے گا۔ مجھے ہرگز معلوم نہیں تھا کہ چاقو وہاں پر رکھا ہے اور رقم چوری ہو گئی ہے۔ تم لوگ میرے جامہ اور گھر کی تلاشی لے لو۔ تمہیں میری پس انداز کی ہوئی رقم تقریباً تین پونڈ کے علاوہ وہاں کچھ نہیں ملے گا اور جس کے بارہ میں ولیم کو علم ہے کہ میں نے چھ ماہ کے عرصہ میں بچائی تھی"۔ اس پر ولیم کچھ بڑبڑایا اور پادری کہنے لگا "برادر مارنر! تمہارے خلاف ٹھوس ثبوت موجود ہے۔ رقم گزشتہ رات چوری ہوئی تھی اور ہم سب کو داغ مفارقت دے جانے والے بھائی (ڈیکن) کے پاس اس وقت سوائے تمہارے اور کوئی نہیں تھا۔ کیونکہ ولیم کا کہنا ہے کہ اچانک، بیمار پڑجانے کی وجہ سے وہ کل تمہارے ساتھ باری بدلنے کے لئے نہیں آسکا تھا اور تم خود بھی کہتے ہو کہ وہ گذشتہ رات ڈیوٹی پر نہیں آیا تھا"۔ مارنر بولا "مجھے لازماً نیند آگئی ہوگی اور چور در آیا ہوگا جو مال اڑا کر چلتا بنا۔ لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ میرے گھر کی تلاشی لے لو کیونکہ اس دوران میں کہیں اور نہیں گیا"۔

شیشۂ دل چور چور

آخر تلاشی لی گئی جو اس طرح ختم ہوئی کہ مارنر کے دوست ولیم نے وہ معروف بیگ ڈھونڈ نکالا جو اس وقت مارنر کے چھوٹے سے کمرہ میں کپڑوں کی الماری کے نیچے بالکل خالی پڑا تھا۔ ولیم نے اپنے دوست مارنر سے کہا کہ وہ اعتراف جرم کر لے اور اپنے گناہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہ کرے۔ مارنر نے اس پر ملامت کی ایک نظر ڈالی اور کہا "ولیم! گذشتہ نو برس میں، جب کہ ہم دونوں اکٹھے آتے جاتے رہے ہیں تم نے مجھے کبھی جھوٹ بولتے سنا؟ لیکن خداوند میری بریت ظاہر کرے گا"۔ اس پر ولیم نے جھٹ جواب دیا "بھائی! مجھے کیا خبر کہ تمہارے دل کے اندر کیا چھپا تھا کہ تم نے شیطان کو اپنے اوپر غالب کر لیا"۔ مارنر اپنے دوست پر نظریں گاڑے ہوئے تھا۔ اچانک اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ جوش میں آ کر کچھ بولنے بھی لگا تھا کہ کسی اندرونی صدمے نے اس کا منہ بند کر دیا۔ اس نے ولیم کی طرف دیکھ کر آہستگی سے صرف اتنا کہا "مجھے اب یاد آیا چاقو میری اپنی جیب میں نہیں تھا"۔ ولیم نے کہا "مجھے کچھ معلوم نہیں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"۔ دوسرے لوگ جو وہاں پر موجود تھے کچھ مزید جاننا چاہتے تھے لیکن مارنر نے صرف اتنا کہا "مجھے کاری ضرب پہنچی ہے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ خداوند میری بریت ظاہر کرے گا"۔

آخر فیصلہ کیا گیا کہ مارنر کے جرم کی حقیقت جاننے کے لئے قرعہ ڈالا جائے۔ مارنر اپنے مذہبی بھائی بندوں کے ساتھ عبادت کی حالت میں جھک گیا۔ اسے یقین تھا کہ قدرت کی طرف سے اس کے حق میں کوئی بات ظاہر ہوگی لیکن پھر اسے محسوس ہوا کہ انسانوں پر اس کا اعتماد بری طرح گھائل ہو چکا ہے۔ قرعہ نکالا گیا تو بھی مارنر مجرم ثابت ہوا۔ اس کی چرچ کی رکنیت ختم کر دی گئی اور اسے حکم سنایا گیا کہ وہ چوری شدہ رقم واپس کرے۔ البتہ اعتراف گناہ کی صورت میں اسے پھر سے کلیسا کا ممبر بنا لیا جائے گا۔

مارنر نے سب کچھ خاموشی سے سنا اور جب سب لوگ جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ ولیم کی طرف بڑھا اور سخت کرب کی حالت میں اس سے گویا ہوا "مجھے یاد پڑتا ہے کہ آخری دفعہ میں نے اپنا چاقو تمہارے لئے چمڑے کی پیٹی کاٹنے کے لئے استعمال کیا تھا۔ مجھے اسکا دوبارہ اپنی جیب میں ڈالنا بالکل یاد نہیں۔ رقم تم نے چوری کی ہے اور سارا الزام مجھ پر تھوپ دینے کی سازش کی ہے۔ ولیم بڑا مسکین بنتے ہوئے بولا "میں اس بات کا فیصلہ اپنے بھائی بندوں پر چھوڑتا ہوں کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ شیطان کی باتیں ہیں یا نہیں؟"۔

دنیا بدل گئی

بیچارہ مارنر مایوسی کی ایسی حالت میں وہاں سے رخصت ہوا کہ اس کا اعتماد مذہب اور انسان دونوں پر سے اٹھ گیا تھا۔ یہ حالت اس جیسے مذہبی عاشقوں کے لئے دیوانگی سے کچھ ہی کم ہوتی ہے۔

مارنر گھر پہنچا اور پورا ایک دن اکیلا بیٹھا رہا۔ ناامیدی نے اس کی کمر توڑ دی تھی۔ دوسرے روز وہ ہوش و حواس ماؤف کر دینے والی

بے اعتمادی سے راہ فرار ڈھونڈنے کے لئے اپنی کارگہ پر آبیٹھا اور کام میں لگ گیا- کچھ گھنٹے ہی گزرے تھے کہ کلیسا کا پادری اور اسکا ساتھی سارہ کا یہ پیغام لائے کہ اس نے مارنر کے ساتھ اپنی منگنی توڑ دی ہے- مارنر نے یہ پیغام بالکل چپ چاپ سنا اور پھر سے اپنے کام میں لگ گیا- ابھی ایک مہینہ ہی گزرا تھا کہ سارہ کی شادی ولیم سے ہوگئی- کچھ عرصہ بعد لینٹرن یارڈ کی مسیحی برادری کو پتہ چلا کہ مارنر گاؤں چھوڑ کر کہیں دور چلا گیا ہے-

وہ لوگ جو اپنے برسوں کے عقیدے اور عقیدت سے متزلزل ہوجاتے ہیں وہ شہر بدری اور خود فراموشی کی راہ اختیار کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ان کا ماضی فقط خواب و خیال بن جاتا ہے کیونکہ اس سے سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور ان کا حال بھی خواب و خیال ہی کی طرح ہوتا ہے کیونکہ اس سے ان کی کوئی یادیں وابستہ نہیں ہوتیں- لیکن اس طرح کی غریب الوطنی اختیار کرنے والے لوگوں کو بھی مارنر کی اس کیفیت کا اندازہ نہیں ہوسکتا جو اس پر اس وقت طاری تھی جب وہ اپنے لوگوں اور اپنے گاؤں کو چھوڑ کر ریوالو کی بستی میں آبسا تھا- ان دونوں جگہوں میں کوئی مناسبت ہی نہ تھی- اس کے پہلے مسکن کے چاروں طرف پہاڑیاں تھیں جبکہ موجودہ گاؤں نشیبی اور جھاڑی دار تھا جہاں پردہ پوش کردینے والے درختوں اور جھاڑیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو افلاک سے بھی اوجھل محسوس کرتا تھا- اس کا سابقہ گاؤں لینٹرن یارڈ تو اس کے لئے وادی ایمن کی مانند تھا جہاں اس کے لئے روحانی سامان مہیا تھا اگرچہ وہ "غزل الغزلات" اور "دعائیہ کتاب" کی باریکیوں کو نہیں سمجھ پاتا تھا- جس طرح کہ ایک چھوٹا بچہ والدین کی الفت کا ادراک نہیں رکھتا لیکن وہ صرف ایک ہی چہرے اور ایک ہی گود سے شناسا ہوتا ہے جس کی طرف وہ پرورش اور پناہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے-

اک گوشۂ بے خودی

اس صدمہ جانکاہ کے بعد اس کا ایک ہی شغل تھا یعنی اپنی کارگہ پر کام کرنا---- مسلسل اور انتھک کام- ریوالو آنے کے بعد وہ رات گئے تک کام میں لگا رہتا اور گاؤں کی امیر خاتون مسز آسگڈ کے میز پوش اس کی توقع سے بھی پہلے تیار کردیتا- ایسا لگتا تھا کہ وہ عنکبوت کی طرح بغیر سوچے سمجھے کام کرتا چلا جاتا ہے- بہرحال بھوک کا بھی تقاضا ہوتا ہے- مارنر کو اس تنہائی کی زندگی میں اپنا ناشتہ، دوپہر کا کھانا اور شام کا کھانا خود ہی تیار کرنا پڑتا تھا- اپنا پانی خود کنوئیں سے بھر کر لانا پڑتا تھا- ان سب مصروفیات نے، بنائی کے کام کے ساتھ مل کر اس کی زندگی جال بننے والی مکڑی کی طرح مصروف و متحرک بنادی تھی- اسے ماضی سے نفرت ہوگئی تھی اور جن اجنبی لوگوں میں وہ آکر بسا تھا ان کے ساتھ اس کی کوئی دوستی اور مجلس نہیں تھی- اس طرح اس کے لئے مستقبل بھی تاریک ہی تاریک تھا کیونکہ اب کوئی ان دیکھی (آسمانی) محبت اس کی دلجوئی کا سامان نہیں کرتی تھی- اس کے خیالات مکمل طور پر یاس و نراس میں گھرے ہوئے تھے- اب وہ پرانی روشنی بخش ڈگر مفقود تھی اور یوں لگتا تھا کہ ماضی کی روح پرور محبت اس واقعہ کی زبردست چوٹ کے سامنے دم توڑ گئی تھی-

تن کی دنیا

آخر کار مسز آسگڈ کا دیا ہوا بنائی کا کام مکمل ہوگیا اور مارنر کو اس کی محنت کا معاوضہ سونے کے سکوں میں ملا- اس کے سابقہ آبائی گاؤں میں، جہاں وہ ایک تھوک کے تاجر کا مال تیار کرتا تھا، اس کی کمائی کا ایک بڑا حصہ نیک کاموں اور چندوں میں خرچ ہوتا تھا اور وہ دولت اکٹھی کرنا پسند نہیں کرتا تھا- لیکن اب پہلی بار اس کے ہاتھ میں سونے کی پانچ اشرفیاں تھیں- اس رقم میں کسی اور کا کوئی حصہ نہیں تھا- اسے ان اشرفیوں کو ہتھیلی پر محسوس کرنا اور ان کی چمک دمک کو آنکھوں میں بسانا بہت خوش کن محسوس ہوتا تھا- یہ زندگی کا ایک دوسرا رنگ تھا جس میں اعتماد اور پیار کا کوئی گزر نہیں تھا کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس کی زندگی سے کٹ چکی تھیں-

آہستہ آہستہ طلائی سکے جمع ہو ہو کر ایک ڈھیری کی شکل اختیار کرگئے - مارنر روزانہ سولہ گھنٹے تک مشقت کرنے کے باوجود اپنے آپ پر

بہت کم خرچ کرتا تھا۔ ہر آنے والی اشرفی اس کی تسکین کے ساتھ ساتھ اس کی حرص کو بڑھا دیتی۔ اس طرح اس کو اپنے جمع شدہ ڈھیر سے جنون کی حد تک محبت ہو گئی۔ وہ ان جانے پہچانے سکوں کو دوسرے نئے سکوں سے بدلنے کا بھی روادار نہیں تھا۔ وہ ان کو ہاتھوں میں اٹھاتا ان کی گنتی کرتا اور گنتی کرتا چلا جاتا حتی کہ ان کی صورت اور چمکدار رنگ سے ایسی تشفی دیتے جیسے کسی عمدہ مشروب سے حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنے سکوں کا نظارہ رات کو کرتا جبکہ وہ اپنا کام مکمل کر چکا ہوتا۔ اس طرح وہ ان کی رفاقت سے اپنا من بہلاتا۔ اپنی کارگاہ کے نیچے فرش سے اس نے کچھ اینٹیں ہٹا کر ایک گڑھا سا بنا لیا تھا جس میں وہ اشرفیوں سے بھری ہوئی لوہے کی ہنڈیا چھپا کر رکھتا تھا۔ پھر وہ اینٹوں کو اپنی جگہ پر رکھ کر اوپر ریت ڈال دیتا۔

اس طرح ماہ و سال گزرتے رہے۔ مارنر کنج تنہائی میں زندگی گزارتا رہا اور لوہے کی ہنڈیا میں اس کی دولت بھرتی چلی گئی۔ گویا اس کی زندگی دو کاموں تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ بنائی کا کام کرنا اور دولت جمع کرنا۔ اس حال میں پندرہ برس بیت گئے آخر طلائی سکوں کا ڈھیر اتنا بڑا ہو گیا کہ اس ہنڈیا میں سما نہیں سکتا تھا۔ اس لئے مارنر نے چمڑے کے دو مضبوط تھیلے بنوالئے اور طلائی سکے ان میں محفوظ کر لئے۔

ریوالو گاؤں کے رئیس

ریوالو گاؤں کا سب سے بڑا جاگیردار کیس (CASS) تھا جو بہت بڑی لال حویلی میں رہتا تھا جس کے داخلی حصہ میں پتھر کی خوبصورت سیڑھیاں اور عقبی حصہ میں گھوڑوں کے بڑے بڑے اصطبل بنے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ گاؤں میں کچھ زمیندار بھی رہتے تھے لیکن جاگیردار کا لقب صرف کیس کو ملا تھا۔

عرصہ ہوا جاگیردار کی بیوی فوت ہو چکی تھی جس کی وجہ سے لال حویلی ایک بیوی اور ماں کی محبت اور انتظام سے محروم تھی۔ نتیجتہً گھر کے نظم و نسق میں جاگیردار کا عمل دخل زیادہ تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس کی اولاد اتنی اچھی نہیں نکلی تھی اور یہ خیال عام تھا کہ جاگیردار نے اپنے جوان بیٹوں کو گھر پر بے کار رکھا ہوا ہے۔ خاص طور پر لوگوں کی انگلیاں اس کے دوسرے بیٹے ڈنسٹن (DUNSTAN) پر زیادہ اٹھتی تھیں جسے عموماً ڈنسی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ڈنسی کے لچھن اچھے نہیں تھے۔ وہ ایک کینہ پرور اور دوسروں پر طعن و تشنیع کرنے والا نوجوان تھا۔ وہ دوسروں کی محرومیوں کی ہنسی اڑاتا تھا۔ جبکہ سب سے بڑا لڑکا مسٹر گاڈفرے ایک خوش رو اور خوش خو نوجوان تھا۔ نومبر کی ایک سہ پہر کو جبکہ مارنر کو ریوالو میں مقیم ہوئے پندرھواں سال جا رہا تھا گاڈفرے اپنے خوبصورت کمرے میں آگ کے پاس کھڑا تھا لیکن اس کا دمکتا ہوا چہرہ اداس اداس تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی کا انتظار کر رہا ہے اور آنے والے قدموں کی چاپ سننے کی کوشش کر رہا ہے۔ آخر کار دروازہ کھلا اور ایک تنومند شخص اندر داخل ہوا۔ یہ گارڈفرے کا چھوٹا بھائی ڈنسی تھا جس کو دیکھ کر گارڈفرے کے چہرے پر ناگواری کے آثار نمودار ہوئے۔ ڈنسی نے کہا "ہاں تو گارڈفرے! آپ کو میرے ساتھ کیا کام ہے؟ آپ مجھ سے بڑے اور بہتر ہیں اس لئے میں حاضر ہو گیا ہوں"۔ گارڈفرے جواباً بولا "میں تمہیں صاف صاف بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے ابا حضور کو فاؤلر (FOWLER) سے حاصل کردہ رقم ادا کرنی ہے ورنہ مجھے ان کو بتانا پڑے گا کہ یہ رقم میں نے تمہیں ادھار دے دی تھی۔ ابا حضور کو رقم کی ضرورت ہے اس لئے وہ کسی قسم کی بہانہ سازی کو برداشت نہیں کریں گے۔ تم فوراً رقم کا بندوبست کرو"۔ اس پر ڈنسی نے استہزاء کے رنگ میں جواب دیا "آپ نے بڑی مہربانی کی کہ وہ رقم مجھے عنائیت کردی۔ اب امید ہے آپ اس التفات سے بھی انکار نہیں کریں گے کہ خود ہی میری طرف سے رقم کی ادائیگی کردیں"۔ گارڈفرے نے ڈنسی کو بازو سے پکڑتے ہوئے کہا "میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ میرے پاس اب کوئی رقم نہیں اور نہ ہی میں کہیں سے حاصل کر سکتا ہوں"۔ ڈنسی بولا "اچھا تو پھر اپنا تیز رفتار گھوڑا وائلڈ فائر WILD FIRE بیچ ڈالو"۔ "یہ بات کہنی آسان ہے۔ مجھے تم سے رقم چاہیئے"۔ گارڈفرے نے غصے سے کہا۔ ڈنسی بولا "بات یہ ہے کہ تم تو کل وائلڈ فائر پر سوار ہو کر شکار گاہ کو جا رہے ہو وہاں تمہاری ملاقات برائس اور کیٹنگ BRYCE AND KATING کے

(بقیہ صفحہ 18 پر)

کھیلوں کی دنیا

ہمارے ہاں جون کا مہینہ موسم کے لحاظ سے بہت گرم مہینہ شمار ہوتا ہے لیکن امسال موسم کے ساتھ ساتھ کھیلوں کے لحاظ سے بھی شائید یہ گرم ترین مہینہ ہو۔ کھیلوں کے بڑے بڑے میدان اس ماہ سرگرم عمل ہوں گے۔

جون میں کرکٹ کے میدان میں ایک طرف نیوزی لینڈ، انگلستان کے ساتھ پنجہ آزمائی کر رہی ہوگی تو دوسری طرف انڈیا کی ٹیم 23 جون کو انگلستان کے میدان میں جا اترے گی۔
ہاکی کا سات ملکی ٹورنامنٹ ایمسٹرڈیم میں شروع ہوگا۔ اور دنیائے فٹ بال کا مشہور ترین FIFA WORLD CUP بھی جون میں شروع ہوگا۔ آئیے ان کی کچھ تفصیل سے ہم آپ کو آگاہ کریں
۔

ہاکی (HOCKEY)

ایمسٹرڈیم میں BMW ٹرافی کے سلسلہ میں سات ملکی ٹورنامنٹ 16 جون سے شروع ہو رہا ہے۔ جس میں پاکستان بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ آسٹریلیا، ہالینڈ، مغربی جرمنی، برطانیہ، سپین اور انڈیا کی ٹیمیں شامل ہونگی۔ اپنے پیارے وطن پاکستان کی کامیابی کے لئے دعا کریں۔

کرکٹ (CRICKET)

آسٹریلیشیا کپ (کرکٹ کا منی ورلڈ کپ)

شارجہ کے صحرا میں کرکٹ کا یہ رنگا رنگ میلہ آخر ختم ہوا۔ سانیو آسٹریلیشیا کپ کا خواب لے کر چھ ٹیمیں اس دیس میں آئیں اور بڑے دلچسپ اور سنسنی خیز مقابلوں کے طوفان میں بالآخر وسیم اکرم اور وقار یونس نے یہ کپ پاکستان کے ہاتھوں سے نکلنے نہ دیا۔ یاد رہے کہ اپریل 1986ء میں ہونے والے آسٹریلیشیا کپ کی فاتح بھی پاکستانی ٹیم تھی۔

اس ٹورنامنٹ میں عالمی چیمپئین آسٹریلیا کے علاوہ پاکستان، انڈیا، سری لنکا، نیوزی لینڈ اور بنگلہ دیش کی ٹیمیں شامل تھیں۔ دو پول میں یہ میچ ہوئے اور فائنل مقابلہ دنیا کی دو مظبوط ترین ٹیموں پاکستان اور آسٹریلیا کے درمیان پڑا جسے بڑے سنسنی خیز مقابلے کے بعد وسیم اکرم کی "ہیٹ ٹرک" کے ساتھ 36 رنز سے پاکستان نے جیت لیا۔
کرکٹ کے بارے میں دو اور خبریں کہ
اس سال کے آخر میں ہونے والا "ایشیا کپ ٹورنامنٹ" پاکستان میں ہوگا۔
اور "چیمپئینز ٹرافی ٹورنامنٹ" شارجہ میں اس سال کے آخر میں ہوگا جس میں پاکستان، انڈیا اور ویسٹ انڈیز کی ٹیمیں شامل ہوں گی۔

نیوزی لینڈ کا دورہ انگلینڈ

آسٹریلیشیا کپ کے بعد انگلینڈ، نیوزی لینڈ اور بھارت اور آسٹریلیا اپنے مصروف سیزن گزاریں گے۔ جبکہ پاکستان بھی اس میدان میں کودنا چاہتا ہے لیکن اس کے دورے ابھی تک FINAL نہیں ہو رہے۔
بہر حال اس کپ کے فورا بعد نیوزی لینڈ کی ٹیم تو انگلستان سدھارے گی اور وہاں ایک طویل دورہ کرے گی۔ اس دورہ کا پروگرام ہم آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔
6، مئی 1990 کو فولکس الیون کے خلاف ایک میچ کھیل کر اس دورے کا آغاز کرے گی اور مختلف کاؤنٹیز کے ساتھ گیارہ میچز کے ساتھ ساتھ 2 ون ڈے اور 3 ٹیسٹ میچ کھیل کر جولائی میں اپنے دورے کا اختتام کرے گی۔
23 مئی کو پہلا ون ڈے۔ ہیڈنگلے
25 مئی کو دوسرا ون ڈے۔ اوول
7 سے 12 جون تک پہلا ٹیسٹ میچ۔ ٹرینٹ برج

21 سے 26 جون دوسرا ٹیسٹ میچ - لارڈز

5 سے 10 جولائی تیسرا ٹیسٹ میچ - ایجبسٹن

بھارت بمقابلہ انگلینڈ

انڈین بلے باز محمد اظہر الدین اپنی ٹیم لے کر انگلستان جا رہے ہیں اور دو ماہ تک وہاں نبرد آزما ہوں گے ان کا پروگرام کچھ یوں ہے - 28 جون کو لیگ کرکٹ کانفرنس کے خلاف یہ میچ کھیل کے اپنی سیریز کا آغاز کریں گے - (ٹیم 23 جون کو انگلستان پہنچے گی)۔

18، جولائی پہلا ون ڈے انٹرنیشنل - ہیڈنگلے

20 جولائی دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل - ٹرینٹ برج

26 تا 31 جولائی پہلا ٹیسٹ میچ - لارڈز

9 تا 14 اگست دوسرا ٹیسٹ میچ - اولڈ ٹریفورڈ

23 تا 28 اگست تیسرا ٹیسٹ میچ - اوول

اس کے علاوہ 11 دوسرے میچ کھیلے جائیں گے جو دوسری کاؤنٹیز کے ساتھ ہوں گے۔

اکتوبر میں انگلستان کی ٹیم آسٹریلیا کا 115 روزہ طویل دورہ کرے گی جس میں پانچ ٹیسٹ میچ شامل ہیں - اسکا تفصیلی پروگرام بعد میں دیا جائے گا - انشاء اللہ

سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے

برٹش اوپن اسکواش

برٹش اوپن کے مقابلے 1931ء میں شروع ہوئے اور اب تک مسلسل جاری ہیں سوائے اس وقفہ کے جو جنگ عظیم دوم کی وجہ سے آیا جو کہ چھ سال کا تھا - ان مقابلوں میں پاکستان کا نام بہت نمایاں ہے اور اس میں "خان" برادرز کا بہت عمل دخل ہے - ویسے تو سب سے مقبول برٹش اوپن ہے لیکن 1990ء کی برٹش اوپن اس وجہ سے بھی خاص اہمیت کی حامل ہو گئی کہ اس میں ایک خاص ریکارڈ بننا تھا ---- ایک بہت بڑا اور بہت دیر تک رہنے والا ریکارڈ --- کہ مسلسل نویں مرتبہ یہ اعزاز جہانگیر خان حاصل کرتے ہیں یا کہ نہیں - بالآخر انہوں نے ایسا کر دکھایا - فائنل میں روڈنی مارٹن کو شکست دے کر پہلے سارے ریکارڈ کو بھی شکست دے دی - اللہ تعالی پاکستان کا نام ہمیشہ روشن رکھے۔

معزز قارئین ---- برٹش اوپن کے سلسلہ میں ایک اور بات بتاتے چلیں اور وہ یہ کہ اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کی بھی برٹش اوپن چیمپئین شپ ہوتی ہے اور وہ تو مردوں سے بھی قدیم ہے یعنی اس کا آغاز 1922ء سے ہوا تھا - اور اس میں بھی بڑے دلچسپ ریکارڈ ہیں - عورتوں میں سب سے زیادہ چیمپئین رہنے کا ریکارڈ آسٹریلیا کی "ہیدر میکی" کا ہے - جو 1966ء سے 1977ء تک مسلسل بارہ مرتبہ یہ اعزاز جیت چکی ہیں۔

آجکل نیوزی لینڈ کی "سوزن ڈیوائے" 1984ء سے ناقابل تسخیر بنی ہیں اور حالیہ برٹش اوپن جیت کر ساتویں مرتبہ مسلسل چیمپئین رہنے کا اعزاز حاصل کر چکی ہیں۔

1990ء کا ورلڈ کپ فٹ بال ٹورنامنٹ

فٹ بال ایک دلچسپ اور جاندار کھیل ہے اور اس کھیل نے خصوصاً یورپ میں تو کیا بلکہ دنیا کے ہر ملک میں نمایاں شہرت حاصل کی ہے - اس وجہ سے اب فٹ بال کو ایک عالمگیر شہرت حاصل ہو چکی ہے۔

فٹ بال کے اصل سنسنی خیز مقابلے ورلڈ کپ فٹ بال ٹورنامنٹ کے دوران دیکھنے کو ملتے ہیں جو ہر چار سال کے وقفے سے منعقد ہوتے رہتے ہیں - اس بار یہ ٹورنامنٹ جو 8 جون کو اٹلی میں شروع ہو رہا ہے اس میں دنیا بھر کی بہترین 24 ٹیمیں شرکت کریں گی - ان میں (1) اٹلی (2) آسٹریا (3) امریکہ (4) چیکوسلاواکیہ (5) ارجنٹائن (6) کیمرون (7) روس (8) رومانیہ (9) برازیل (10) سویڈن (11) کوسٹاریکا (12) اسکاٹ لینڈ

(13) مغربی جرمنی (14) یوگوسلاویہ (15) متحدہ عرب امارات (16) کولمبیا (17) بیلجیئم (18) جنوبی کوریا (19) یوروگوائے (20) سپین (21) انگلینڈ (22) آئرلینڈ (23) ہالینڈ (24) مصر شامل ہیں۔

ٹورنامنٹ کا پہلا میچ گروپ کی دو ٹیموں ارجنٹائن اور کیمرون کے درمیان 8 جون کو کھیلا جائیگا۔

یہ ورلڈ کپ فٹ بال ٹورنامنٹ 8 جون کو اٹلی میں شروع ہو رہا ہے۔ ٹورنامنٹ کے کوارٹر فائنل مقابلے 30 جون اور یکم جولائی کو فلورنس اور روم میں جب کہ سیمی فائنلز مقابلے 3 اور 4 جولائی کو نیپلز اور ٹیورن میں ہونگے جب کہ فائنل 8 جولائی کو روم میں ہوگا۔ آپ کو شائید یاد ہو کہ 1986ء کے عالمی کپ کے کوارٹر فائنل میں انگلستان کے خلاف سپر سٹار ڈیگو میراڈونا نے جو گول کئے تھے انگریزوں کا کہنا ہے کہ وہ میراڈونا نے ہاتھ سے کئے تھے اور انگریزوں کا کہنا ہے کہ وہ ایک بے ایمان کھلاڑی ہے جب کہ اس کے جواب میں میراڈونا ابھی تک خاموش ہے۔ اس نے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔

لہذا یہ کہا جا رہا ہے کہ 1990ء کی کویج ارجنٹائن کے سپر سٹار ڈیگو میراڈونا کے لئے مخصوص ہے جن کے لئے یہ ایک مشکل وقت ہوگا کہ وہ ثابت کریں کہ گول کرنے میں ان کی کاوشوں کا بھی دخل ہے نہ کہ صرف ہاتھ کا۔ (مرتبہ --- رفیق احمد ناصر، م۔ا۔ایاز)

اپنوں کا بھرم رکھنے لوٹ آئیں میرے آقا

تیرے ذکر کے آنچل میں ہے بہار کی انگڑائی
ہر پھول نے اپنایا اندازِ رخِ زیبائی
اک وہ بھی تو گھڑیاں تھیں تم میرے مسیحا تھے
اک یہ بھی ہیں روز و شب تنہائی ہی تنہائی
اپنوں کا بھرم رکھنے لوٹ آئیں میرے آقا
غیروں کی نگاہوں میں ہوجائے نہ رسوائی
اے شمع فروزاں کے دیوانو ٹھہر جانا
اڑنے کو ہے پروانہ جلنے کا تمنائی
دیوانوں کی الفت بھی کیا رنگ جماتی ہے
زنجیروں میں جکڑا ہوں اور لوگ تماشائی
دیکھا تھا بہت سوں نے یہ زخم جگر آصف
پر راس تجھے آئی بس ان کی مسیحائی

(ڈاکٹر عاف ۔۔۔ صف۔ حیدر آباد)

ضروری گذارش

خریدار حضرات اپنے تبدیلی پتہ سے ضرور مطلع کرتے رہا کریں تاکہ پرچہ ضائع نہ ہو۔ (مینجر ماہنامہ خالد ربوہ)

مقابلہ عام و دینی معلومات نمبر ۱

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کیا تھی؟

۲۔ سب سے پہلے مسلمان بادشاہ اور غلام کا نام بتائیں؟

۳۔ اقوام متحدہ کے کل ارکان ممالک ۱۶۰ ہیں سب سے آخری رکن ملک کا نام بتائیں؟

۴۔ سیرالیون نے احمدیہ جشن تشکر کے موقعہ پر جو یادگاری ٹکٹ جاری کیا تھا اس پر کون سی قرآنی آیت درج ہے؟

۵۔ ماہ جون ۹۰ء کے رسالہ خالد میں لفظ "خالد" کتنی بار آیا ہے؟

۶۔ ون ڈے کرکٹ میں سب سے تیز ترین نصف سنچری کس نے بنائی اور کب اور کتنی گیندوں میں؟

۷۔ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کب اور کس دن مسند "امامت" پر متمکن ہوئے؟

۸۔ مجلس خدام الاحمدیہ کا آغاز کب ہوا اور اس کے پہلے صدر کا نام بھی لکھیں؟

۹۔ خالی جگہ پر کریں

A۔۳۔۹۔۲۷۔۔۔۔

B۔۷۔۱۴۔۲۱۔۲۸۔۔۔۔۔

۱۰۔ ائمہ اربعہ سے کیا مراد ہے اور انکے نام بھی لکھیں؟

نوٹ

۱۔ اس مقابلے میں ہر خادم شریک ہو سکتا ہے

۲۔ صحیح حل دفتر پہنچنے کی آخری تاریخ ۳۰ جون ہے

۳۔ اول آنے والے کو صدر صاحب مجلس کے دستخطوں سے ایک خوبصورت تحفہ ارسال کیا جائے گا۔ (انشاء اللہ)

مدیر "خالد" ایوان محمود۔ ربوہ۔ پوسٹ کوڈ۔ ۳۵۴۶۰

آپکا خط ملا

سیرالیون سے ایک خط

سیرالیون کے "مربی" انچارج مکرم خلیل احمد صاحب مبشر لکھتے ہیں کہ

جماعت احمدیہ کے یوم تاسیس کے جشن صد سالہ تشکر کے موقع پر سیرالیون میں بسنے والے تمام احمدی بہنوں، بھائیوں اور بچوں کی طرف سے پر خلوص ہدیۂ تبرک قبول فرمائیے۔

اسی طرح آپ نے سیرالیون کی حکومت نے جو یادگاری ٹکٹ اس موقع پر جاری کیا وہ بھی ارسال کیا ہے یہ ایک خوبصورت ٹکٹ ہے جس پر ۱۹۸۹ء -- ۱۸۸۹ء تحریر ہے اور درمیان میں کلمہ طیبہ درج ہے۔ اس کے علاوہ ایک قرآنی آیت "ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ" تحریر ہے اور چاروں طرف یہ عبارت تحریر ہے AHMADIYYA ...

CENTENARY THANKSGIVING CELEBRATIONS

ٹکٹ کے اندر منارۃ المسیح اور دنیا کا نقشہ نمایاں ہے۔ بہر حال یہ یادگار ٹکٹ ایک تاریخی حیثیت کا حامل ہے اور اس کی اہمیت میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

ہم اس کالم کے ذریعہ تمام احباب جماعت کی خدمت میں سیرالیون کے جملہ احمدی احباب کا محبت بھرا اسلام پہنچاتے ہیں اور محترم خلیل احمد صاحب مبشر کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ایک خط فرانس سے

"محترم ایڈیٹر صاحب ماہنامہ خالد ---- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یوں تو "خالد" سے جب بھی ملاقات ہوتی ہے چوم کر گلے لگاتے ہیں اور نہایت پیاری، شیریں، روح کی گہرائی تک اتر جانے والی خوبصورت باتوں کا پتہ لگتا ہے --------

مجلس خدام الاحمدیہ فرانس عرصہ دو سال سے وقار عمل میں مصروف ہے۔ خدام جمعہ کی رات مشن ہاؤس آتے ہیں اور ہفتہ، اتوار دو چھٹیاں وقار عمل کرتے ہوئے گزارتے ہیں۔ پچھلے سال ہم نے مشن ہاؤس میں ایک خوبصورت لائبریری ہال تعمیر کیا تھا۔ اس کے فوراً بعد حضور ایدہ اللہ کے ارشاد پر مشن ہاؤس میں ہی ایک گیسٹ ہاؤس تعمیر کر رہے ہیں ------ خاکسار

فہیم احمد نیاز

صدر مجلس خدام الاحمدیہ فرانس"

ادارہ خالد جملہ خدام فرانس کو مبارکباد پیش کرتا ہے کہ وہ اپنی چھٹیاں اتنے بابرکت کام میں صرف کرتے ہیں۔ ان کا یہ کام تو یقیناً تمام خدام کے لئے قابل تقلید ہے۔

اسی طرح معتمد مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کراچی، ہمایوں نصیر کراچی، فرحت ضیا لالہ موسیٰ، ایم منیر خان واہ کینٹ اسلام احمد شمس نے بھی خالد کے نئے سلسلوں پر پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

ہم آپ کی پسند اور رائے کے منتظر رہتے ہیں آپ کے تعاون اور دعاؤں کی رسالہ کو ضرورت ہے۔ "مدیر"

ادارہ "خالد" ربوہ سے خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

منیجر ماہنامہ خالد ربوہ

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی 34 ویں تربیتی کلاس

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی 34 ویں سالانہ تربیتی کلاس 4 سے 17 ہجرت 1369 ھش (مئی 1990ء) تک جاری رہنے کے بعد بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوگئی۔ ربوہ اور بیرون ربوہ کی 149 مجالس کے 474 طلباء نے شرکت کی۔ دو ہفتوں کے اس دینی تربیتی پروگرام کے بعد امتحان لیا گیا۔ امتحان میں 315 طلباء نے شرکت کی۔ پاس مارکس 50 فی صد تھے۔ خدا کے فضل سے 90 فی صد سے زائد طلباء کامیاب قرار دیئے گئے۔ کامیاب ہونے والوں میں مکرم ملک انس احمد صاحب ابن مکرم ملک منور احمد صاحب جاوید نائب ناظر ضیافت ربوہ اول، مکرم قیصر ندیم صاحب ابن مکرم عطاء اللہ ڈار صاحب سمن آباد لاہور دوم، اور مکرم ناصر احمد قمر صاحب ابن مکرم محمد احمد صاحب کوٹ سوندھا ضلع شیخوپورہ سوم رہے۔ مکرم ملک انس احمد صاحب کو ہی بہترین طالب علم قرار دیا گیا۔

کلاس کا افتتاح 4 مئی کو شام پانچ بج کر بیس منٹ پر تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس کے بعد صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے خدام کا عہد دوہرایا۔

بعد ازاں تقریب کے صدر محترم، مکرم ناظر صاحب اصلاح و ارشاد نے طلباء سے خطاب فرمایا جو قریباً بیس منٹ جاری رہا۔ مولانا نے طلباء کو نصیحت فرمائی کہ اس کلاس کا جو پروگرام ترتیب دیا گیا ہے اس سے پوری طرح استفادہ کریں اور دن رات کا کوئی بھی لمحہ ضائع نہ ہونے دیں۔ انہوں نے کہا کہ آج پاکستان کی دینی لحاظ سے جو حالت ہے اس کے پیش نظر ہماری ذمہ داری ہے کہ ان دینی قدروں کی حفاظت کریں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت زندگی میں جاری تھیں۔ اور ان کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں۔ مولانا نے حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات مبارک کو بطور مثال اور ماڈل کے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے امام کا چوبیس گھنٹوں میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہوتا اور ہر لمحہ آپ دین کی خدمت کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ بھی پیارے امام کی زندگی کو آئیڈیل بنائیں اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کا ہر لمحہ دین کے لئے صرف کریں۔

آخر میں انہوں نے دعا کرائی اور اس طرح 34 ویں سالانہ تربیتی کلاس کا افتتاح عمل میں آگیا۔

روزانہ پروگرام

تربیتی کلاس کا روزانہ پروگرام اس طرح سے تھا کہ تمام طلباء صبح پونے چار بجے بیدار ہوجاتے اور نماز تہجد باجماعت ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز فجر ادا کی جاتی تھی جس کے بعد قرآن کریم، حدیث اور کتب حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا درس دیا جاتا تھا۔ ورزش اور ناشتہ کے بعد طلباء تیار ہوکر کلاس میں شامل ہوتے جس میں قرآن، حدیث، فقہ اور کلام کا منتخب نصاب بھی پڑھایا جاتا۔ اس کے بعد اہم عناوین پر لیکچر کروائے جاتے۔ اسی طرح نماز عصر کے بعد علماء سلسلہ کی تقاریر ہوتی تھیں۔

نماز عشاء کے بعد مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ جو حدیث کے استاد بھی ہیں روزانہ طلباء کو ایک حدیث سناتے اور اس کا ترجمہ اور مختصر سی تشریح بھی فرماتے۔

دوران کلاس ایک دن یکو والا نہر پر تفریحی پروگرام بھی ترتیب دیا گیا۔ جمعہ کے روز صبح کی نماز کی بعد سیر کا مقابلہ ہوا جس میں مختلف گروپس بنا کر ربوہ کی اطراف میں 4/2 میل کے دائرے میں طلباء نے سیر کی اور اس کے بعد سیر کے مشاہدات پر مبنی اپنے تاثرات کو مضمون کی صورت میں قلم بند کیا۔ ان مضامین پر انعامات بھی دیئے گئے۔

اختتامی تقریب

17 مئی کو دن کے دس بجے اختتامی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے عہد دوہرایا۔ بعد ازاں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کا کلام ترنم سے سنایا گیا۔ جس کے بعد تربیتی کلاس کے ناظم اعلیٰ نے رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے تربیتی کلاس کی تفاصیل پیش کیں اور تمام منتظمین کا شکریہ ادا کیا۔

آخر میں محترم امیر صاحب جماعتہائے احمدیہ صوبہ پنجاب نے طلباء میں انعامات تقسیم فرمائے اور اس کے بعد اپنے خطاب سے نوازا۔ انہوں نے حضرت بانئ سلسلہ اور آپ کے جانشینوں کے روحانی مقام و مرتبہ اور قوت قدسیہ کی تاثیرات کا دلنشیں انداز میں ذکر فرمایا۔ آپ نے حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ کا ذکر فرمایا۔ آپ کی عظیم الشان خدمات دینیہ کو بیان کیا اور آپ کے لئے بھرپور دعاؤں کی تحریک کی۔

محترم مرزا صاحب نے ادائیگی نماز اور سچائی پر قائم ہونے کی خصوصی تلقین فرمائی اور طلباء کو نصیحت کی کہ سخت محنت سے کبھی جی نہ چرائیں کیونکہ یہی کامیابی کا زینہ ہے۔ دین اور دنیا دونوں میدانوں میں کامیابی کے لئے یہ چیز ضروری ہے۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ آج جو دور ابتلا جماعت احمدیہ پر جاری ہے اس ضمن میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی جماعتوں پر آزمائش ان کی وفاداری کو آزمانے کے لئے لایا کرتا ہے۔ اس لئے آج کے دور ابتلاء میں اللہ سے وفاداری کا ثبوت دیں۔

آخر میں محترم امیر صاحب نے دعا کروائی اور گیارہ بج کر دس منٹ پر اختتامی تقریب ختم ہوگئی۔

نمایاں پوزیشنیں حاصل کرنے والے طلباء سے انٹرویو

اس تربیتی کلاس میں مجموعی طور پر مکرم ملک انس احمد صاحب اول رہے۔ آپ ایک مخلص خادم سلسلہ مکرم ملک منور احمد صاحب جاوید نائب ناظر ضیافت کے صاحبزادے ہیں۔ حافظ قرآن ہیں اور چند دن قبل میٹرک کا امتحان 685 نمبر حاصل کرکے پاس کیا ہے۔ (قریباً 81 فی صد)۔ انہوں نے بتایا کہ ہمیں اس کلاس سے بہت فائدہ حاصل ہوا۔ علم میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ انہوں نے کلام کے مضمون کو اپنا پسندیدہ مضمون قرار دیا۔ انفرادی طور پر انہوں نے کلام کے مضمون میں اول پوزیشن بھی حاصل کی ہے۔ اس کے علاوہ وہ فقہ میں بھی اول رہے۔

تربیتی کلاس میں دوم آنے والے طالب علم مکرم قیصر ندیم صاحب مکرم عطاء اللہ صاحب ڈار ریڈیو انجینئر کے صاحبزادے ہیں۔ انہوں نے انفرادی طور پر حدیث میں دوم اور فقہ میں سوم پوزیشن حاصل کی۔ ان کا ارادہ ہے کہ میٹرک کے بعد پری انجینئرنگ میں داخلہ لیں۔ انہوں نے بتایا کہ میں روزانہ کا سبق دوہرا کر رات کو سوتا تھا۔ انہوں نے اپنا پسندیدہ مضمون قرآن کریم کو قرار دیا۔ انہوں نے میٹرک میں 749 نمبر (88 فی صد) حاصل کئے۔

کلاس میں سوم آنے والے طالب علم مکرم ناصر احمد صاحب قمر کا تعلق کوٹ سوندھا ضلع شیخوپورہ سے ہے۔ انہوں نے انفرادی طور پر کلام اور قرآن کے مضمون میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔ انہوں نے بتایا کہ میں روزانہ ایک گھنٹہ پڑھتا تھا۔ انہوں نے اپنا پسندیدہ مضمون کلام کو قرار دیا۔ انہوں نے حال ہی میں میٹرک کا امتحان 656 نمبر (77 فی صد) لے کر پاس کیا ہے۔ ان کا ارادہ زندگی وقف کرکے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لینے کا ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ تینوں پہلی پوزیشنیں حاصل کرنے والے تقریر کے میدان میں بالکل پیچھے تھے۔ تینوں نے تقریری مقابلے میں حصہ ہی نہیں لیا۔ اسی طرح تینوں کے نزدیک بہترین استاد کلام کے استاد تھے۔

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں

اخبار مجالس

(مرتبہ:- مبشر احمد محمود)

قابل تقلید و قابل تحسین

ضلع لاہور کی جملہ مجالس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ نے پیارے آقا کی تحریک برائے افریقہ کے سلسلہ میں پندرہ دن کے قلیل عرصہ میں ایک لاکھ ایک ہزار کی قدر رقم جمع کی۔ یہ رقم مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی خدمت میں 28 فروری 1990ء کو پیش کی گئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسری مجالس کو بھی حضور کی اس بابرکت تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خدمت خلق

تسخیر خلق، خلق و محبت سے تم کرو
ہر ایک سے خلوص و محبت نصیب ہو

قیادت خدام الاحمدیہ ضلع لاہور نے ماہ جنوری 1990ء میں قصور کے مقام پر دو فری میڈیکل کیمپ لگائے۔ آٹھ ڈاکٹروں اور ایک ڈسپنسر نے شرکت کی۔ کل تین سو ستر (370) مریض دیکھے گئے اور 2300 روپے کی ادویات مفت تقسیم کی گئیں۔ اسی طرح ماہ فروری میں بھی دو مزید کیمپ لگا کر 629 مریض دیکھے گئے۔ اسی ماہ میں چار بوتلیں خون کا عطیہ دیا گیا اور مجلس ٹاؤن شپ کی طرف سے ایک وہیل چیئر فضل عمر ہسپتال ربوہ کو تحفتہً پیش کی گئی۔

صحت جسمانی

سیم و زر مال و جواہر شہرت نام و نشاں
تندرستی گر نہ ہو یہ فقط آزار جاں

ضلع لاہور کی دو مجالس گلبرگ اور دہلی گیٹ نے 16 فروری کو ربوہ کی کرکٹ ٹیم کے ساتھ میچ کھیلے۔ ماہ فروری میں ہی مجلس گلبرگ کی کرکٹ ٹیم نے راولپنڈی اور ٹیکسلا کا دورہ کیا اور مقامی ٹیموں سے چار میچ کھیلے۔ مجلس صحت ربوہ کے تحت ہونے والے ورزشی مقابلوں میں ضلع لاہور کی طرف سے چار کھلاڑیوں نے شرکت کی۔ مجلس خانیوال شہر نے ہفتہ صحت جسمانی کے تحت پکنک کا پروگرام بنایا جس میں کرکٹ کا میچ اور دوڑ کے مقابلہ جات منعقد کئے گئے۔

8 اور 9 مارچ کو محمود آباد میں ضلع جہلم کی تربیتی کلاس منعقد کی گئی۔ اسمیں ہونے والے ورزشی مقابلہ جات میں مجلس جہلم نے 100 گز کی دوڑ میں اوّل اور لانگ جمپ۔ نشانہ غلیل۔ سائیکلنگ کرکٹ اور ویٹ لفٹنگ میں دوئم پوزیشن حاصل کی۔

مجلس خدام الاحمدیہ اورنگی ٹاؤن کراچی نے 16 تا 23 مارچ ہفتہ صحت جسمانی منایا۔ دوران ہفتہ ایک سائیکل سفر۔ ایک فٹ بال میچ اور مارشل آرٹ کی کوچنگ کلاس ہوئی۔ یوم صفائی بھی منایا گیا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ نے ملازمتِ سیالکوٹ کے دوران ایک سکھ کے چیلنج کو قبول فرماتے ہوئے اس کے ساتھ دوڑ لگائی اور فتح حاصل کی تھی۔ غیرتِ ملیؔ کے اس واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لئے قیادت ضلع سیالکوٹ کے اطفال۔ خدام۔ اور انصار نے اسی سڑک پر 20 مارچ 1990ء کو الگ الگ گروپوں میں دوڑ کا مقابلہ کیا۔ خراب موسم کے باوجود 56 افراد نے حصہ لیا۔ اوّل۔ دوئم اور سوئم آنے والوں میں مرکزی نمائندہ نے انعامات تقسیم کئے۔

وقار عمل

ہمارا وقار، عمل سے ہے۔ ہمارے ہر عمل میں وقار ہونا چاہیے۔

قیادت خدام الاحمدیہ ضلع لاہور نے مرکزی پروگرام کے مطابق 16 تا 23 فروری ہفتہ شجر کاری منایا۔ دیہاتی مجالس میں

1081 اور شہری مجالس میں 2240 پودے لگائے گئے۔

مجلس ڈرگ کالونی کراچی کے تحت 2 مارچ 1990ء کو ایک مثالی وقار عمل منعقد ہوا۔ مسلسل دو گھنٹے کام کر کے ایک راستہ کی صفائی کی گئی۔ 32 خدام۔ 11 اطفال اور 3 انصار نے بڑے جوش و جذبہ سے کام کیا۔

مجلس اورنگی ٹاؤن کراچی نے 2 تا 8 مارچ ہفتہ وقار عمل و شجر کاری منایا۔ دوران ہفتہ 125 پھلدار اور سایہ دار پودے لگائے گئے۔ 23 مارچ کو بھی ایک وقار عمل ہوا جسمیں 26 خدام شامل ہوئے۔

تربیت

سینچا بھی: کرو اس کو پانی سے دعاؤں کے
پھل کھانے ہیں گر تم نے کچھ نخلِ ریاضت کے

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سرگودھا کا سالانہ اجتماع 8-9 مارچ 1990ء کو احمدیہ دارالذکر نیوسول لائن میں منعقد ہوا۔ افتتاح مکرم مرزا عبدالحق صاحب امیر ضلع سرگودھا نے فرمایا۔ دو روزہ اجتماع میں نمازِ تہجد۔ درسِ حدیث پنجوقتہ نماز باجماعت کے اہتمام کے ساتھ ساتھ مختلف علمی و ورزشی مقابلہ جات کا انعقاد کیا گیا 41 مجالس کے 432 خدام اور اطفال نے اجتماع میں شرکت کی جبکہ زائرین سمیت کل حاضری 500 افراد تھی۔

مجلس خدام الاحمدیہ محمود آباد جہلم نے 8-9 مارچ کو تربیتی کلاس کا انعقاد کیا۔ نمازِ تہجد اور درس قرآن و حدیث کا اہتمام کیا گیا۔ ضلع کی 8 مجالس کے 80 خدام اور 7 مجالس کے 60 اطفال نے شرکت کی

ضلع لاہور کے خدام و اطفال کی دیہاتی مجالس کا ایک روزہ تربیتی اجتماع 16 مارچ کو دارالذکر میں منعقد کیا گیا۔ افتتاحی اجلاس کی صدارت مکرم قائد صاحب ضلع لاہور نے کی اور خدام و اطفال کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ اختتامی اجلاس میں مرکزی نمائندہ نے تقریر فرمائی۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات کا انعقاد بھی کیا گیا۔ 9 مجالس کے 109 خدام و اطفال نے شرکت کی۔

ضلع بہاولپور نے 14 مارچ کو ایک روزہ تربیتی جلسہ کا انعقاد کیا۔ تعلیمی و ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے ضلع بھر سے کل 200 خدام اطفال اور انصار نے شرکت کی۔

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع جھنگ نے 15-16 مارچ 1990ء کو صد سالہ جشنِ تشکر کے سلسلہ میں چاہ لڈیانہ کے مقام پر ایک تربیتی اجتماع کا انعقاد کیا۔ اس دو روزہ اجتماع میں مختلف تربیتی موضوعات پر تقاریر کے علاوہ علمی و ورزشی مقابلہ جات منعقد کئے گئے خدا کے فضل سے اجتماع بہت بارونق رہا اور تمام پروگرام بھرپور طور پر انجام پذیر ہوئے۔ 185 خدام۔ 158 اطفال۔ 170 انصار 65 لجنات و ناصرات کے علاوہ 107 غیراز جماعت خواتین و حضرات نے شرکت کی۔

مجلس خدام الاحمدیہ دنیا پور نے 24 مارچ کو یوم مسیح موعود منایا خدام و اطفال اور انصار نے جوش و جذبہ سے شرکت کی۔

مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ ضلع رحیم یار خان کا سالانہ ضلعی اجتماع 15-16 مارچ کو منعقد ہوا۔ جس میں علمی و ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے عام دینی معلومات کا پرچہ حل کروایا گیا اور 57 افراد کی بلڈ گروپنگ کی گئی۔ خدام و اطفال کی کل حاضری 107 رہی

قائد صاحب ضلع ڈیرہ غازی خان کی رپورٹ کے مطابق ان کے ضلع کی مجالس نے کامیاب ریفریشر کورس کا انعقاد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ [illegible] خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دعائے مغفرت

سلسلہ کے بزرگ عالم محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت کی اہلیہ صاحبہ اور برادرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر ناظم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ کی والدہ محترمہ سلیمہ اختر صاحبہ مورخہ 22 مئی 1990ء کو صبح ساڑھے دس بجے حرکت قلب بند ہو جانے سے رحلت فرما گئیں۔

ادارہ خالد مرحومہ کے لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے اور ان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ اسی طرح اپنے قارئین کی خدمت میں درخواست کرتا ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ محترمہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے عزیزوں کو صبر جمیل سے نوازے آمین۔

مجیب خالد اینڈ کمپنی

ڈنڈی کٹ سُرخ مرچ کے اسپیشلسٹ برائے سپلائی

تمام ملکی و غیر ملکی حضرات متوجّہ ہوں

مجیب اللہ خاں۔ مرچ منڈی۔ کنری ضلع تھرپارکر۔ سندھ

رابطہ فون ۴۹ / ۸۰

مہران ایسوسی ایٹس

برآمد کنندگان برائے یورپ و گلف

تازہ فروٹ، تازہ سبزیات، تازہ مچھلی، چاول و دیگر مصالحہ جات

خاص طور پر "پاکستانی آم" کے اسپیشلسٹ

برائے رابطہ: خان نعیم اللہ خاں۔ مشہود احمد

224 - MUNNO GOTH NEAR FRUIT MARKET
UNIVERSTY ROAD KARACHI

فون ۴۷۱۹۵۷ - ۶۷۳۱۸۴ — کراچی - پاکستان — فیکس ۴۳۹۵۱۵

شعبہ تعلیم

مقابلہ مضمون نویسی

خدام الاحمدیہ پاکستان کے شعبہ تعلیم کے تحت سالانہ مقابلہ مضمون نویسی بعنوان "حقوق العباد، سیرت حضرت مسیح موعود۔۔۔ کی روشنی میں" کی آخری تاریخ 15 اگست ہے۔ اسی طرح دوران سال کے تیسرے مقابلہ مضمون نویسی کا عنوان "ہمدردی خلق" ہے جس کی آخری تاریخ 31 جولائی 90 ہے۔

سالانہ مرکزی امتحان

خدام الاحمدیہ کے سالانہ مرکزی امتحان 15 جون 90 کو منعقد ہو رہے ہیں تمام خدام سے گزارش ہے کہ وہ پوری تیاری کے ساتھ ان امتحانات میں شریک ہوں۔ قائدین پرچے حل کروانے کے بعد فوری طور پر مرکز میں بھجوادیں۔

مہتمم تعلیم

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان۔ ربوہ

MONTHLY **KHALID** RABWAH

Regd. No: L 5830 — JUNE 1990